﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ — جمعۃ المبارک ۴/اپریل ۲۰۰۳ء — ۲/صفر ۱۴۲۴ ہجری قمری — ۴/شہادت ۱۳۸۲ ہجری شمسی — شمارہ ۱۴

خونریز جنگ کی پیشگوئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔قیامت آنے سے پیشتر یہ واقعہ بھی ظہور پذیر ہوگا کہ وادیٔ فرات سے ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا جس کے حصول کے لئے لوگ جنگ کریں گے۔اس کے نتیجہ میں سو میں ننانوے مارے جائیں گے ۔ ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا شاید میں بچ جاؤں۔ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:عنقریب فرات سے سونے کا ایک خزانہ ظاہر ہوگا لیکن جو وہاں جائے گا وہ اس (سونے) میں سے کچھ نہ لے سکے گا۔

(مسلم کتاب الفتن باب لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

انسان دنیا کے واسطے پیدا نہیں کیا گیا۔دل پاک ہو اور ہر وقت یہ لَو اور تڑپ لگی ہو کہ کسی طرح خدا خوش ہو جائے تو پھر دنیا بھی اس کے واسطے حلال ہے

’’ہمیں تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل اسلام کی خوش قسمتی نہیں بلکہ بدقسمتی کے دن ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کو دینی امور سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ بلکہ لوگ خدا کو بھی بھول چکے ہیں ۔مسلمانوں کی یہ ایک غلطی ہے جو شاید غرغرے کے وقت ان کو معلوم ہو جائے گی اور لوگ اس وقت یقین کریں گے کہ واقعی ہم نے جو کچھ سمجھا ہوا تھا وہ سارا تانا بانا غلط تھا۔جو انسان کوشش کرے گا وہی پائے گا۔کوشش تو ہو ساری دنیا کے واسطے اور خدا کا نام درمیان بھولے سے بھی نہ آئے ۔تقویٰ ہو نہ طہارت۔پھر ایسا انسان امیدوار ہو خدا کے ملنے کا، یہ محال ہے۔آخر اب وقت آ گیا ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں اجر دیا جاوے جو دین کو دنیا پر مقدم کریں۔بجز توفیقِ الٰہی کے کچھ نہیں ملتا۔

دیکھو نبی کریم ﷺ نے دنیا کو خدا کے لئے ترک کر دیا تھا مگر خدا تعالیٰ نے کس طرح ذلیل کر کے دنیا کو آپ کے سامنے غلاموں کی طرح حاضر کر دیا۔دنیا طلب سے بھاگتی اور کوسوں دور جاتی ہے مگر جو صدق دل سے خدا کی طرف جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں دُنیا کی کچھ پرواہ نہیں کرتا دنیا اُس کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے۔دیکھو حضرت مسیحؑ کو اس وقت چالیس کروڑ انسان پوجنے والا موجود ہے۔نبی ماننا تو درکنار اس کی خدائی کے قائل ہیں۔یہ سب خدا کی قدرت کے نمونے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف آنے والا کبھی ضائع نہیں کیا جاتا۔دین بھی اسے ملتا ہے اور دُنیا بھی اس کے لئے حاضر کی جاتی ہے۔دنیا کا پرستار چند روز جو چاہے سو کرے مگر آخر کار دُنیا بھی چھوٹ جائے گی اور آخرت بھی برباد۔

دیکھو دنیا بھی آخر مفت تو نہیں مل جاتی ۔دنیا کے وعدے دینے والے بھی تو محنتیں چاہتے ہیں، امتحان لیتے ہیں۔بصورت کامیابی اور پھر عمدہ کارگزاری سے کچھ ملتا ہے۔اسی طرح اگر وہی محنت دوسرے رنگ میں خدا کے واسطے کی جاوے تو اجر یقینی ہے۔نہ دین جاوے اور نہ دُنیا۔ بلکہ بیک کرشمہ دو کار والی بات ۔نالے حج نالے ونج کا معاملہ ہو جاوے مگر کم ہیں جو ان باتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔انسان کو چاہئے کہ دعا میں لگا رہے اور کسی قدر تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔شاید کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے دے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ زراعت والا زراعت کو اور تجارت والا تجارت کو، ملازمت والا ملازمت کو اور صنعت وحرفت والا اپنے کاروبار کو ترک کر دے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ﴿لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (النور:۳۸) والا معاملہ ہو۔دست با کار دل بایار والی بات ہو۔تاجر اپنے کاروبارِ تجارت میں اور زمیندار اپنے امورِ زراعت میں اور بادشاہ اپنے تختِ حکومت پر بیٹھ کر،غرض جو جس کام میں ہے اپنے کاموں میں خدا کو نصب العین رکھے اور اس کی عظمت اور جبروت کو پیش نظر رکھ کر اس کے احکام اور اوامر ونواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے جو چاہے کرے۔اللہ سے ڈر اور سب کچھ کر۔

اسلام کہاں ایسی تعلیم دیتا ہے کہ تم کاروبار چھوڑ کر لنگڑے لُولوں کی طرح نکمّے بیٹھے رہو اور بجائے اس کے کہ اَوروں کی خدمت کرو خود دوسروں پر بوجھ بنو۔ بلکہ سست ہونا گناہ ہے۔ بھلا ایسا آدمی پھر خدا اور اس کے دین کی کیا خدمت کر سکے گا۔عیال واطفال جو خدا نے اس کے ذمّے لگائے ہیں ان کو کہاں سے کھلائے گا۔

پس یاد رکھو خدا کا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ تم دنیا کو بالکل ترک کر دو بلکہ اس کا جو منشاء ہے وہ یہ ہے کہ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ (الشمس:۱۰) تجارت کرو، زراعت کرو، ملازمت کرو اور حرفت کرو، جو چاہو کرو مگر نفس کو خدا کی نافرمانی سے روکتے رہو اور ایسا تزکیہ کرو کہ یہ امور تمہیں خدا سے غافل نہ کر دیں۔پھر جو تمہاری دنیا ہے یہی دین کے حکم میں آجاوے گی۔

انسان دنیا کے واسطے پیدا نہیں کیا گیا۔دل پاک ہو اور ہر وقت یہ لَو اور تڑپ لگی ہو کہ کسی طرح خدا خوش ہو جائے تو پھر دنیا بھی اس کے واسطے حلال ہے۔اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔

(ملفوظات جلد پنجم طبع جدید صفحہ ۵۴۹ تا ۵۵۰)

وہ خدا بڑا زبردست اور قوی ہے جس کی طرف محبت اور وفا کے ساتھ جھکنے والے ہرگز ضائع نہیں کئے جاتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفت قوی کے مظہر اتم تھے۔

(آیات قرآنی، احادیثِ نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور روایات صحابہ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت قوی کا بیان)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۱/مارچ ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲۱/مارچ): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا ۔تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْقَوِی سے متعلق خطبہ ہوگا۔حضور ایدہ اللہ نے آیت کریمہ ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ...... اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (سورۃ الحدید: ۲۶) کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد سب سے پہلے لفظ قوی کے لغوی معنے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لغت کی رو سے قوت کسی بھی قسم کی ہو سکتی ہے جیسے ذاتی، سیاسی، حرفتی، صنعتی، اور فوجی قوت۔اسی طرح ملکی قوت، فوجی قوت، ہوا اور موجوں کی قوت۔جو قوتیں ہمارے اندر کام کر رہی ہیں ان کو مَقْدَرَةٌ نَفْسِيَّةٌ کہتے ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ خواہ ہم انہیں بروئے کار لائیں یا نہ لائیں ہمارے اندر صلاحیت بہرحال موجود ہے۔لسان العرب میں ہے کہ قوت ضعف کا متضاد ہے اور اس کی جمع قُویٰ آتی ہے۔ابن أثیر کہتے ہیں کہ ’’القوی الشدید‘‘ وہ ذات ہے جسے اپنے کام کی وجہ سے کوئی مشقت درپیش نہ ہو۔لفظ قوۃ کبھی تو طاقت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: خُذُوا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ اور کبھی کسی چیز کے اندر موجود استعدادوں کو کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ گٹھلی اپنی قوت کے لحاظ سے کھجور کا درخت ہی ہے کیونکہ وہ کھجور کا درخت بن سکتی ہے۔قوت کا لفظ کبھی بدنی اور کبھی دلی اور کبھی خارجی اور کبھی الٰہی طاقت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔(المفردات)

لغوی بحث کے بعد حضور ایدہ اللہ نے کچھ احادیث پیش فرمائیں۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ قوی اور بہادر تھے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ بہادر، قوی، معزز، سخی، اور نورانی وجود کسی کو نہیں دیکھا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوبصورت اور بہادر تھے۔ ایک رات اہلِ مدینہ نے شور سنا اور خوف محسوس کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پتہ چلا تو سب سے پہلے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور اکیلے ہی اس طرف روانہ ہوئے جس طرف شور تھا بالآخر آپؐ واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں دیکھ آیا ہوں خطرے کی کوئی بات نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے اس موقعہ پر آپؐ کے چچا ابو طالب کا وہ واقعہ بھی بیان فرمایا جس میں قریش مکہ نے انہیں آپؐ کے متعلق یہ کہا تھا کہ اب تو حد ہوگئی ہے، اب ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ اس لئے تو اپنے بھتیجے سے اپنی حمایت اٹھا لے۔ چنانچہ ابو طالب نے جب یہ بات آنحضرت ﷺ کو بتائی تو آپؐ نے فرمایا: اے چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو پھر بھی میں اپنے اس کام سے باز نہیں آ سکتا حتی کہ یہ (امر) غالب آجائے یا مَیں اس راہ میں مار دیا جاؤں۔ یہ کہتے ہوئے رسول کریم ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور اٹھ کر جانے لگے تو حضرت ابو طالب نے آواز دے کر کہا: اے میرے بھتیجے! جا اور جو چاہے کہتا رہ۔ خدا کی قسم! میں ہمیشہ تیری مدد کرتا رہوں گا اور میں آج کے بعد تم سے کچھ طلب نہیں کرونگا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ درحقیقت وہ خدا بڑا زبردست اور قوی ہے جس کی طرف محبت اور وفا کے ساتھ جھکنے والے ہرگز ضائع نہیں کئے جاتے۔ پس ظلم کے منصوبے باندھنے والے سخت نادان ہیں جو اپنے مکروہ اور قابل شرم منصوبوں کے وقت اُس برتر ہستی کو یاد نہیں رکھتے جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی گر نہیں سکتا۔

حضور ایدہ اللہ نے آیت کریمہ ﴿فَلَا اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ......الخ﴾ (سورۃ الواقعہ:۷۶ و۷۷) کے حوالہ سے بتایا کہ: یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ مَوَاقِعُ النّجوم کو ایک بہت بڑی گواہی قرار دیا گیا ہے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج میں نے آپ کے لئے مَوَاقِعُ النّجوم سے متعلق بعض مواد اکٹھا کیا ہے۔ سائنس نے نئے انکشافات کے ذریعہ جو پردہ اُٹھایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مَوَاقِعُ النّجُوم کتنی عظیم الشان چیز ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے قوی ہونے کے مظاہر ہر طرف بکھرے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قویّت کا ایک مظہر تو سورج ہے۔ سورج کی توانائی سے ہر چیز قوت اور طاقت پکڑ رہی ہے۔ سورج کی توانائی سے سبزہ بنتا ہے، جانور نشوونما پاتے ہیں، تیل بنتا ہے، تیل سے راکٹ، جہاز، گاڑیاں اور بیشمار قسم کی دوسری مشینیں چلتی ہیں۔ سورج کی جو توانائی زمین پر ایک دن میں پہنچتی ہے اس کی کل مقدار پوری دنیا میں استعمال ہونے والی Electric Power سے دو لاکھ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ پھر بعض ستارے سورج سے بھی بڑے ہیں جن کو میگنا ٹار کہتے ہیں۔ وہ ستارے ایک سیکنڈ کے بارہویں حصہ میں اتنی توانائی نکالتے ہیں جو سورج دس ہزار سال میں نکالتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ اجرام فلکی اور عناصر میں جسمانی اور فانی طور پر صفات پائی جاتی ہیں وہ روحانی اور ابدی طور پر خدا تعالیٰ میں موجود ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی صفتِ قوی کے مظہر اتم تھے۔ آپ روحانی دنیا کے لئے مثلِ آفتاب تھے۔ اسی لئے آپ کو سراجِ منیر کہا گیا ہے۔ آپ کی قوت سے ہی آپ کے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اولیاء قوّت پا رہے ہیں۔ جس طرح سورج کے گرد ستارے ہیں اسی طرح آپ کے صحابہ ہیں جو ستاروں کی طرح آپ کے گرد گھوم رہے ہیں اور آپ کی طاقت سے ہدایت پا رہے ہیں اور آگے ان کی طاقت سے دنیا ہدایت پا رہی ہے۔ اسی لئے آپؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِم اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی بھی تم نے پیروی کی ہدایت پا جاؤ گے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ تعالیٰ کی صفت قوی کے مظہر تھے۔ آپ کے قوی ہونے کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ سخت سے سخت دشمن کی گالیوں اور ایذا رسانیوں کے مقابل پر ہمیشہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے تھے اور اگر آپ کے کسی خادم نے جواب دینا چاہا تو آپ اس کو سختی سے روک دیتے تھے۔

حضور ایدہ اللہ نے یہاں آنحضرت ﷺ کی حدیث پیش کی کہ طاقتور وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے، اصل طاقتور وہ ہوتا ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک موقع پر ایک برہمو لیڈر آپؑ سے کچھ استفسار کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں ایک بدزبان آریہ آیا اور آپ پر نہایت دل آزار اور گندے حملے کرنے لگا۔ آپ اپنی پگڑی کے شملے کا ایک حصہ منہ پر رکھ کر خاموش بیٹھے رہے۔ وہ شور پشت بکتا رہا۔ برہمو لیڈر نے اسے منع کرنا چاہا مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ حضورؑ نے ان کو فرمایا کہ آپ اسے کچھ نہ کہیں۔ آخر وہ خود ہی بکواس کر کے تھک گیا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ برہمو لیڈر بے حد متأثر ہوا اور اُس نے کہا کہ یہ آپ کا بہت بڑا اخلاقی معجزہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ مجھے گالیاں دیتے ہیں لیکن مَیں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں ان کی گالیوں کی اگر پرواہ کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالیٰ نے مجھے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے۔ اس لئے جہاں میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو مناسب ہے کہ ان کی گالیاں سن کر برداشت کریں اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں۔ کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے۔

خطبہ کے آخر پر حضور ایدہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی صفت قوی سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو الہامات پیش کئے جن میں سے ایک الہام یہ ہے اِنّ ربی قویٌّ قدیر انّہ قویٌّ عزیز۔ میرا ربّ زبردست قدرت والا ہے اور وہ قوی اور غالب ہے۔

یَارَبِّ اَحْمَدَؐ یَااِلٰہَ مُحَمَّدٍؐ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم عربی کلام سے چند منتخب اشعار

اُنْظُرْ اِلَی الْمُتَنَصِّرِیْنَ وَ ذَانِهِمْ   وَانْظُرْ اِلٰی مَا بَدَا مِنْ اَدْرَانِهِمْ
مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ تَشَذُّرًا   وَیُنَجِّسُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ اَوْثَانِهِمْ
نَشْکُوْ اِلَی الرَّحْمٰنِ شَرَّ زَمَانِهِمْ   وَ نَعُوْذُ بِالْقُدُّوْسِ مِنْ شَیْطَانِهِمْ
اَلْمَاکِرُوْنَ الْکَائِدُوْنَ مِنَ الْهَوٰی   وَالزُّوْرُ کَالْاَثْمَارِ فِیْ اَغْصَانِهِمْ
قَوْمٌ سُقُوْا کَأْسَ الْحُتُوْفِ بِوَعْظِهِمْ   قَوْمٌ خَرُوْفٌ فِیْ یَدَیْ سِرْحَانِهِمْ
عَمَّتْ بَلَایَاهُمْ وَ زَادَ فَسَادُهُمْ   وَاشْتَدَّ سَیْلُ الْفِتَنِ مِنْ طُغْیَانِهِمْ
یَارَبِّ خُذْهُمْ مِثْلَ اَخْذِکَ مُفْسِدًا   قَدْ أَفْسَدَ الْاٰفَاقَ طُوْلُ زَمَانِهِمْ
اَدْرِکْ رِجَالًا یَاقَدِیْرُ وَنِسْوَةً   رُحْمًا وَّنَجِّ الْخَلْقَ مِنْ طُوْفَانِهِمْ
حَلَّتْ بِاَرْضِ الْمُسْلِمِیْنَ جُنُوْدُهُمْ   فَسَرَتْ غَوَائِلُهُمْ اِلٰی نِسْوَانِهِمْ
یَارَبِّ اَحْمَدَ یَااِلٰہَ مُحَمَّدٍؐ   اِعْصِمْ عِبَادَکَ مِنْ سُمُوْمِ دُخَانِهِمْ
یَاعَوْنَنَا انْصُرْمَنْ سِوَاکَ مَلَاذُنَا   ضَاقَتْ عَلَیْنَا الْاَرْضُ مِنْ اَعْوَانِهِمْ
کَسِّرْ زُجَاجَتَهُمْ اِلٰهِیْ بِالصَّفَا   وَاعْصِمْ عِبَادَکَ مِنْ سُمُوْمِ بَیَانِهِمْ
سَبُّوْا نَبِیَّکَ بِالْعِنَادِ وَ کَذَّبُوْا   خَیْرَ الْوَرٰی فَانْظُرْ اِلٰی عُدْوَانِهِمْ
یَارَبِّ سَحِّقْهُمْ کَسَحْقِکَ طَاغِیًا   وَ انْزِلْ بِسَاحَتِهِمْ لِهَدْمِ مَکَانِهِمْ
یَارَبِّ مَزِّقْهُمْ وَفَرِّقْ شَمْلَهُمْ   یَارَبِّ قَوِّدْهُمْ اِلٰی ذَوْبَانِهِمْ
قَدْ اَزْمَعُوْا اِضْلَالَنَا وَوَبَالَنَا   فَاضْرِبْ مَکَائِدَهُمْ عَلٰی اَبْدَانِهِمْ
وَلَقَدْ دَعَوْتُ الرَّبَّ عِنْدَ تَنَاضُلِیْ   وَاللّٰهُ تُرْسِیْ عِنْدَ ضَرْبِ سِنَانِهِمْ
یَا مُسْتَعَانِیْ لَیْسَ دُوْنَکَ مَلْجَأِیْ   فَانْصُرْ وَ اَیِّدْنَا لِهَدْمِ قِنَانِهِمْ

ترجمہ:۔ عیسائیوں کو دیکھو اور اُن کے عیبوں کو اور ان مَیلوں کو دیکھو جو اُن سے ظاہر ہوئیں۔ وہ اپنی زیادتیوں اور تعدّیوں کی وجہ سے ہر ایک بلندی سے دوڑے چلے آتے ہیں۔ اور اپنے بتوں سے زمین کو ناپاک کر رہے ہیں۔ ہم اُن کے زمانہ کے شر سے خدا تعالیٰ کی طرف شکایت لے جاتے ہیں اور اُن کے شیطان سے پاک پروردگار کی پناہ میں آتے ہیں۔ (وہ) حرص کی وجہ سے مکار اور فریبی ہیں اور ان کی شاخوں میں جھوٹ پھلوں کی طرح موجود ہے۔ ایک قوم نے تو موت کے پیالے ان کے وعظ سے پی لئے اور ایک دوسری قوم برّہ کی طرح اس بھیڑیئے کے ہاتھوں میں ہے۔ ان کی بلائیں عام ہوگئیں اور ان کا فساد بڑھ گیا اور فتنوں کا سیلاب ان کی بے اعتدالیوں سے بہت سخت ہوگیا۔ اے خدا! تو ان کو پکڑ جیسا کہ تو ایک مفسد کو پکڑتا ہے۔ ان کے طولِ زمانہ نے دنیا کو بگاڑ دیا۔ اے قادر! تو اپنے رحم سے مردوں اور عورتوں کی جلد خبر لے اور مخلوق کو اس طوفان سے نجات بخش۔ ان کے لشکر مسلمانوں کی زمین میں اتر آئے۔ اور ان کی بلاؤں نے مسلمانوں کی عورتوں تک سرایت کی۔ اے احمدؐ کے ربّ! اے محمد ﷺ کے معبود اپنے بندوں کو ان کے دھوؤں کی زہروں سے بچا لے۔ اے ہمارے مددگار! تیرے سوا ہمارا کون جا پناہ ہے ہم پر ان لوگوں کے مددگاروں سے زمین تنگ ہوگئی۔ اے خدا! پتھروں سے ان کے شیشے کو توڑ دے اور ان کے بیان کی زہر سے اپنے بندوں کو بچا لے۔ تیرے نبیؐ کو انہوں نے عناد سے گالیاں دیں اور جھٹلایا، وہ نبی جو افضل المخلوقات ہے۔ سو تُو ان کے ظلم کو دیکھ۔ اے میرے ربّ! ان کو ایسا پیس ڈال جیسا کہ تو ایک سرکش کو پیستا ہے۔ اور ان کی عمارتوں کو مسمار کرنے کے لئے اُن کے صحنِ خانہ میں اُتر آ۔ اے میرے ربّ! ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور ان کی جمعیت کو پاش پاش کر دے۔ اے میرے ربّ! ان کو ان کے گداز ہونے کی طرف کھینچ۔ انہوں نے ہمارا گمراہ کرنا اور وبال میں ڈالنا دلوں میں ٹھان لیا ہے۔ سو تُو ان کے مکر اُن ہی کے جسموں پر مار۔ اور جب تو تیر چلاوے تو تیرا تیر قتل کرنے والا ہے، تیز ہے اور تلواروں کی طرح ان کے بہادروں پر پڑتا ہے۔ اور میں نے اپنے مقابلہ کے وقت اپنے ربّ کو بلایا اور ان کے نیزوں سے بچنے کے لئے خدا میری ڈھال ہے۔ اے میرے مددگار! تیرے سوا میری کوئی پناہ نہیں۔ پس تُو مدد کر اور ان کے پہاڑوں کے توڑنے کے لئے ہماری تائید فرما۔

تحریک دعا

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایم ٹی اے کے پروگرام ''ملاقات'' میں ۲۴/اور ۲۵/مارچ کو تحریک فرمائی ہے کہ ان دنوں عراق کی صورت حال کے حوالہ سے یہ دعا بہت کثرت سے کرنی چاہئے:۔

اَللّٰھُمَّ مَزِّ قْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے اور انہیں پیس کر رکھ دے

احباب جماعت ان دنوں اس دعا کو خصوصی طور پر اپنی دعاؤں میں باقاعدگی سے شامل رکھیں۔

الہام کلام اس کا

{"کلام طاہر" کی اشاعت کے دوران موصول ہونے والے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ارشادات}

(امتہ الباری ناصر۔ کراچی)

{ مکرمہ امتہ الباری ناصؔر صاحبہ کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے منظوم کلام کی ترتیب وتدوین کے سلسلہ میں حضور انور ایدہ اللہ سے رابطہ رکھتے ہوئے حضور کے ارشادات اور پُرشفقت رہنمائی سے فیضیاب ہونے کی خاص سعادت حاصل ہوئی۔ اس سلسلہ میں "کلام طاہر" میں شامل نظموں سے متعلق ان کا ایک مضمون بعنوان "الہام کلام اس کا" الفضل انٹرنیشنل کے جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ا میں شائع ہو چکا ہے۔ ۲۰۰۳ء میں نظر ثانی کے بعد کلامِ طاہر کا تازہ ترین ایڈیشن شائع ہوا جس میں کئی نئی نظمیں بھی شامل کی گئیں۔ ذیل کا مضمون مزید بعض نظموں اور اشعار و الفاظ و تراکیب کے استعمال کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ کے مکاتیب گرامی پر مشتمل ہے جو محترمہ امتہ الباری ناصؔر صاحبہ کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔(مدیر)}

......☆......☆......☆......

نظم نمبر ۳:

متلاطم عرفان کا قلزم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے یہ مصرع یوں تھا :

"بہہ نکلا عرفان کا قلزم۔ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

حضور ایدہ اللہ نے اس کو درست فرمایا۔ سوچ کی گہرائی کا اندازہ کیجئے۔ درست کرنے کی وجہ اور مضمون سے وفا کا اندازہ لگائیے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"یہ بھی ان جگہوں میں سے ایک ہے جس کو مَیں نے پہلے ہی نشان لگا رکھا تھا کہ وقت ملا تو ٹھیک کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی تجویز 'موج میں تھا عرفان کا قلزم'، 'بہہ نکلا عرفان کا قلزم'، سے بہت بہتر ہے۔ مگر پہلے جو مضمون بیان ہوا ہے اس کے ساتھ 'موج میں تھا......' مطابقت نہیں رکھتا۔ 'موج میں تھا' کا مضمون ایک ساکت جامد حالت کو پیش کر رہا ہے۔ لیکن پہلی طرز بیان تقاضا کرتی ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز ہوگئی کی طرز پر اس میں کچھ ہو جانے یا کسی تبدیلی کا ذکر پایا جانا چاہئے جیسے عربی میں 'اَصْبَحَ'، 'سَارَ' وغیرہ کلمات سے ادا کیا جاتا ہے۔ موج میں ہوگیا کا انداز ہونا چاہئے تھا یا پھر فعل کا استعمال کلیۃً ختم کر کے اس مصرع کو صفت موصوف کی ترکیب میں پڑھا جائے تو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی مجبوری کی وجہ سے مَیں نے 'موج میں تھا......' کی بجائے 'بہ نکلا' کے الفاظ میں مضمون بیان کرنے کی کوشش کی لیکن دل میں یہ کھٹک تھی کہ بَہ نکلا......قلزم کے متعلق کہنا جائز نہیں۔ کیوں نہ اس مصرع کا تعلق پہلے بند کے جاری مضمون سے توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات سے باندھ دیا جائے۔ اس صورت میں یہ مصرع یوں بنے گا:

متلاطم عرفان کا قلزم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرح مصرع کا پہلا نصف دوسرے نصف کے ساتھ نسبت توصیفی یا نسبت بدل اختیار کر لیتا ہے۔

(مکتوب ۱۶/جنوری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۵)

......☆......☆......☆......

نظم نمبر ۴:

"کاش اُتر آئیں یہ اڑتے ہوئے سیمیں لمحات"

کا متبادل آپ نے یہ تجویز کیا ہے۔ 'کاش رُک جائیں یہ اڑتے ہوئے سیمیں لمحات'۔ یہ تو بڑا خطرناک مشورہ ہے کیونکہ اڑتے ہوئے رُکیں گے تو مریں گے گر کر۔ میرا جو تصور ہے وہ تو یہ ہے کہ جس طرح پرندے اترتے ہیں اسی طرح یہ روحانی لمحات نور کے پرندوں کی طرح اتر آئیں۔ آپ نے دو مضامین کو دو مصرعوں میں Repeat کیا ہے یعنی رُک جائے اور ٹھہر جائے۔ جبکہ مَیں نے پہلے مصرع میں اڑتے ہوئے لمحات پرندوں کی طرح اترنے کا مضمون باندھا ہے۔ پرواز میں رُک کر دھڑام سے گرنے کی بات نہیں کی۔ میرے تصور پر میرا زیادہ حق ہے۔ براہ کرم اس کے پَر نہ باندھیں۔ اس بیچارے کو تسلی سے اڑنے دیں"۔

(مکتوب ۱۵/مئی ۱۹۹۳ء صفحہ ۶)

......☆......☆......☆......

نظم نمبر ۱۳:

'کیا حال تمہارا ہوگا جب شدّاد ملائک آئیں گے'

"آپ نے مسودہ میں شدّاد کے معانی کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں سورۃ تحریم کی آیت ﴿مَلَا ئِکَـۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ﴾ کا جو حوالہ دیا ہے وہ اطلاق نہیں پاتا۔ یہ آیت نہ لکھیں کیونکہ شَدّاد پر شِداد کی مثال صادق نہیں آتی۔ اگر اس کا حوالہ دینا ہے تو پھر لکھ دیں کہ اگرچہ آیت میں لفظِ شداد ہے لیکن اُردو میں یہی معنی لفظ شدّاد سے ادا ہوتا ہے۔ شدّاد قوم عاد کے اس بادشاہ کا نام ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور شعر کہتے وقت یہی میرے پیش نظر تھا۔ دوسرے لغوی لحاظ سے آیت میں جو لفظ شدّاد ہے وہ 'شدید' کی جمع ہے۔ شدید کی جمع کی دوسری مثال قرآن کریم میں 'اَشِدَّاء' بھی آئی ہے جبکہ مَیں نے لفظ شَدّاد استعمال کیا ہے جو کہ شدید سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس لئے اگرچہ معنوی طور پر یہاں بھی مراد وہی ہے لیکن بہتر ہے کہ آپ قرآن کریم کا حوالہ دینے کی بجائے لغت کا حوالہ دیں کہ یہ شدید سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے بہت زیادہ سختی کرنے والا۔ یہ قوم عاد کے ایک بادشاہ کا نام بھی ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ لغت کے حوالے سے بس یہ نوٹ دے دیں"۔

(مکتوب ۱۵/مئی ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۰۔۱۱)

......☆......☆......☆......

اے میرے سانسوں میں بسنے والو

"آپ نے 'میری سانسوں' تجویز کیا ہے۔ ہم نے تو سانس کا لفظ ہمیشہ مذکر ہی استعمال کیا ہے۔ اور بالعموم اس کا مذکر استعمال ہی سنا ہے۔ آپ کی اس تجویز پر مَیں نے لغت بھی چیک کی ہے اس میں اس کا استعمال مذکر اور مؤنث دونوں طرح سے آیا ہے۔ جامع اللغات میں لکھا ہے 'سانس اندر کا اندر باہر کا باہر'۔ 'سانس پورے کرتا ہے'۔ 'سانس کا روگ' وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال اگرچہ مؤنث استعمال ہوسکتا ہے اور شاید لکھنوی زبان کی نزاکتوں اور لطافتوں کے تابع وہاں مؤنث کا استعمال رائج ہو لیکن مَیں نے گھر میں اسے کبھی مؤنث نہ استعمال کیا، نہ سنا۔ لغت بھی اس کے استعمال سے مانع نہیں اس لئے اسی طرح رہنے دیں"۔

(مکتوب ۱۶/جنوری ۱۹۹۳ء صفحہ ۲۱)

......☆......☆......☆......

نظم نمبر ۲۲:

جو روتے روتے مند گئیں آنکھیں، گھُل گھُل کر جو چراغ بجھے۔

اس مصرع کے بارہ میں آپ کا مشورہ درست ہے اور 'جو آنکھیں مند گئیں رو رو کر' زیادہ بہتر ہے لیکن پھر اس سے اگلے مصرع کا پہلا جزو '......آں' پر ختم ہوا اور دوسرا حصہ اس طرح شروع ہو......' کھیں گھل گھل کر جو چراغ بجھے'۔ تو پھر وزن درست رہتا ہے۔ اگرچہ یہ سُقم ہے۔ اس لئے اگر اسے بدلنا ہے تو پھر اس سے اگلے حصہ مصرع کو بھی وزن کی درستی کے لئے بدلنا پڑے گا اور اس میں 'وہ' یا 'یوں' یا 'اور' زائد ڈالنا پڑے گا۔ آپ کے مجوزہ متبادل میں پہلا تو مکمل ہے۔ لیکن دوسرے میں جوڑنے کے لئے جو لفظ چاہئے وہ غائب ہے مثلاً 'یوں گھل گھل کر جو چراغ بجھے' کر دیا جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ پڑھنے کے انداز کے فرق سے جو سُقم سا پیدا ہوتا ہے اس کی مثالیں قادر الکلام شعراء کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں جو مکروہ نہیں سمجھی جاتیں۔ اس لئے وزن ٹھیک رکھنے کی خاطر اگر نصف مصرع کا کچھ آخری ٹکڑا دوسرے نصف مصرع کو شروع میں مستعار بھی دینا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ بہرحال اس مصرع کی شکل دو طرح بن سکتی ہے پہلی تجویز میں 'یوں' اگر زائد لگتا ہو تو اسے 'اور' کر لیں۔

ا۔ جو آنکھیں مند گئیں رو رو کر۔ یوں گھل گھل کر جو چراغ بجھے۔

۲۔ جو مند گئیں آنکھیں روتے رو۔ تے گھل گھل جو چراغ بجھے۔

مجھے تو پہلی تجویز 'یوں' کی بجائے 'اور' کے ساتھ اچھی لگ رہی ہے۔ آپ کو جو پسند ہو وہ رکھ لیں۔

(مکتوب ۱۵/مئی ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۱)

......☆......☆......☆......

نظم نمبر ۲۲:

ظالم نے اپنے ظلم سے آپ۔ اپنے ہی افق دھندلائے ہیں۔

کے متعلق آپ نے تجویز دی ہے کہ 'آپ' کی بجائے 'خود' بھی ہوسکتا ہے۔ آپ کی تجویز منظور ہے۔ بہت اچھی ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ ٹھیک ہے اس کے مطابق اب اسے یوں کر دیں:

ظالم نے اپنے ظلم سے خود اپنے ہی افق دھندلائے ہیں"۔

(مکتوب ۵/دسمبر ۱۹۹۳ء)

......☆......☆......☆......

نظم نمبر ۲۳:

بحر عالم میں اِک بپا کر دو
پیار کا غلغلہ تلاطمِ عشق

خاکسار نے پہلے مصرع میں اِک کی جگہ 'تم' تجویز کیا جو حضور نے ازراہ شفقت منظور فرمالیا مگر جب مسوّدہ اصلاح کے لئے گیا تو 'تم' کو پھر 'اِک' ہی تحریر کروایا۔ میرے توجہ دلانے پر آپ نے بڑا دلچسپ جملہ لکھا:

'بحر عالم میں اک بپا کر دو' والے مصرع میں 'اِک' کی بجائے 'تم' کی اجازت دی ہوگی لیکن بادل نخواستہ دی ہوگی کہ آپ کی ہر بات کا تو انکار نہیں ہوسکتا۔ ویسے مجھے تو 'اِک' کے ساتھ زیادہ پسند ہے"۔

(مکتوب ۵/دسمبر ۱۹۹۳ء)

......☆......☆......☆......

الفاظ اور تلفظ کی غلطیوں کے بارہ میں رہنمائی

حضور نے تحریر فرمایا: لفظ 'بھبا کے' سے متعلق آپ کی بات درست ہے کیونکہ 'بھبک' سے 'بھبا کا' کسی ڈکشنری میں نہیں ملا۔ یہ دراصل ہماری بچپن کی Slang تھی۔ خوشبو کے لئے ہمارے ذہن میں قادیان میں جو تصور پیدا ہوتا تھا وہ گویا اس طرح تھا کہ چھوٹا سا خوشبو کا جھونکا ہوتو اسے 'بھبکا' کہتے مگر خوشبو کا ایسا بھبکا کہ گویا فوارہ پھوٹ پڑے اس کو ہم بچپن کی Slang میں 'بھبا کا' کہا کرتے تھے۔ اسی طرح اگر شدید بدبو کا ذکر کرنا ہوتا تو اس کو ہم اس طرح بیان کیا کرتے تھے کہ فلاں شخص یا جگہ سے تو بدبو کے بھبا کے اٹھ رہے ہیں۔ پس ایسی Slangs مختلف علاقوں میں رائج ہوجاتی ہیں جو ڈکشنریوں میں راہ پانے کے لئے لمبا عرصہ لیتی ہیں۔ اس لئے مَیں آپ کی بات مانتا ہوں۔ یہ لفظ ابھی تک عرف عام کی سند نہیں پا سکا لیکن ممکن ہے ہمارے گھر کی حد تک محدود رہا ہو۔ پس اس مصرع کو اب اس طرح تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

؎ سینے میں مرے ذکر کی اک دھونی رما کے
؎ بیٹھا رہا وہ ذکر کی اک دھونی رما کے
؎ اک ذکر کی دھونی مرے سینے میں رما کے

غالباً یہ آخری بہتر ہے۔ مگر تینوں میں سے جو آپ پسند کر لیں۔ اس معاملہ میں آپ کی پسند پر اعتماد کرتا ہوں۔ اگر تینوں ہی دل کو نہ لگیں تو مجھے ایک اور موقع دیں"۔ (مکتوب ۵/دسمبر ۱۹۹۳ء)

......☆......☆......☆......

"مہک:

لفظ مہک کے متعلق آپ کی بات درست ہے۔ یہ مَہِک اور مَہَک دونوں طرح آجاتا ہے۔ مگر مجھے تو مَہَک سے زیادہ لگاؤ ہے اور ہمارے گھروں میں بھی مَہَک ہی پڑھا جاتا تھا۔ لیکن اہل زبان ح، ہ، ھ سے پہلے زبر آجائے تو اس میں امالہ بھی کرتے ہیں جیسے رہنا، کہنا، سہنا وغیرہ۔ اسی طرح مَیں بھی مَہَک کو مَہَک کی بجائے امالہ کر کے مہک پڑھتا ہوں لیکن بعض شعراء جب ضرورت سے زیادہ اپنی اردو جتاتے

ہیں تو وہ مَحَل کے وزن پر مَہَک پڑھتے ہیں‘‘۔

(مکتوب ۳/دسمبر ۱۹۹۳ء)

......☆......☆......☆......

’’چاروں اور بجی شہنائی۔

اور پر زبر نہیں ہے۔ یہ لفظ اور ہے اَور نہیں۔ اَور کا مطلب ہوتا ہے مزید جبکہ اور کا مطلب ہے سمت۔ جس طرح چور کو چَور پڑھنا جائز نہیں اسی طرح اور کو اَور پڑھنا جائز نہیں‘‘۔

(مکتوب ۵/دسمبر ۱۹۹۳ء صفحہ ۸)

......☆......☆......☆......

ضائع:

’’لفظ ضائع کا ایک تلفظ اگر چہ ’ضایا‘ بھی چل پڑا ہے مگر جب ادبی کلام پڑھا جائے تو پھر اس کو ضایا پڑھنا یا لکھنا غلط ہے اور اس کو پسند نہیں کیا گیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس سے بہت الرجک تھے۔ لیکن اب یہ عرف عام میں مستعمل ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کے اوپر کوئی گرائمیرین دھونس ڈالنی مناسب نہیں۔ زبان دانی کی دھونس لفظوں پر ضرور چلتی ہے لیکن جب کوئی لفظ غلط العام ہو جائے تو پھر اس کے سامنے ادب کی ساری لگامیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ حضرت مصلح موعودؓ کافی عرصہ لفظ ’ضایا‘ کے خلاف احتجاج فرماتے رہے ہیں مگر پھر بھی ’ضایا‘ راہ پا ہی گیا ہے۔ آپ اس ناپسندیدگی کا اظہار اکثر ایسے پڑھنے والوں پر فرماتے تھے جو آپ کے کلام میں ’’ضایا میرا پیغام ......‘‘ پڑھ دیا کرتے تھے۔ اور ایسے اعلیٰ ادبی کلام میں واقعی ضائع کو ضائع ہی پڑھنا چاہئے اور ضایا نہیں کہنا چاہئے...... باقی جو عام درست الفاظ ہیں ان میں اگر کوئی غلط پڑھے تو بہت تکلیف دیتا ہے مثلاً نِشان کو نَشان پڑھنا......‘‘۔

(مکتوب ۵/اپریل ۱۹۹۵ء صفحہ ۳)

......☆......☆......☆......

’’معراج:

اردو کتب لغات اسے تانیث میں پیش کرتی ہیں مگر ہم نے قادیان میں ہمیشہ اس کو مذکر ہی سنا اور ذہنی طور پر معراج کو تانیث کے ساتھ باندھنے پر دل آمادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے مَیں نے عملاً یا یوں سمجھ لیں کہ ضد کر کے اس غلطی پر اصرار کیا ہے۔ ’نبیوں کا سرتاج......‘ کہنے کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ ’ابنائے آدم کی معراج‘ تو گھٹیا سی ترکیب نظر آتی ہے جو معراج کی شان کے خلاف ہے۔ پس مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیشہ ہی ابنائے آدم کا معراج دکھائی دیتے ہیں۔ نہ کہ ابنائے آدم کی معراج۔ پس بعض ایسے مقامات بھی ہوتے ہیں کہ جہاں شاعر اپنا حق سمجھتا ہے کہ چاہے دنیا اس کے کسی استعمال کو غلط قرار دے وہ اپنی مرضی سے عمداً کسی خاص مقصد کے پیش نظر اپنی غلطی پر مُصر ہو‘‘۔ (مکتوب ۱۶/جنوری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۷)

......☆......☆......☆......

کہہ رہا ہے خرام باد صبا
جب تلک دم چلے مُدام چلو

’خرام‘ مندرجہ بالا شعر میں پہلی اشاعت میں مؤنث باندھا گیا تھا۔ نظر ثانی کی مؤدبانہ درخواست پر نہ بُرا مانا، نہ گستاخی پر محمول سمجھا۔ کھلے لفظوں میں حقیقت حال بیان فرمائی۔ اعلیٰ ظرفی اور وسیع القلبی کا ایسا مظاہرہ دنیا کے بڑوں میں کہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ حصہ صرف اس سبق کے لئے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کہ بڑا دل دکھانے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا۔ وضاحت سے تحریر فرمایا:

’’خرام کے متعلق میری غلط فہمی ان شعروں کی وجہ سے ہے جن میں لفظ خرام استعمال ہوا اور جہاں ضمیر لفظِ خرام کی طرف نہیں بلکہ مضاف کی طرف جاتی ہے جیسے:

موجِ خرام ناز بھی کیا گُل کتر گئی

اسی طرح میرے علم میں خرام کے معنوں میں جتنے لفظ مستعمل ہیں وہ سب چونکہ تانیث کا مرتبہ رکھتے ہیں جیسے چال ورفتار وغیرہ۔ اس لئے اس خیال سے بھی ہمیشہ اس لفظ کو تانیث کے درجہ پر رکھتا رہا۔ اب آپ نے توجہ دلائی تو لغات اٹھا کر دیکھیں جس سے معلوم ہوا کہ اہل ادب کے ہاں اس کے مؤنث استعمال کی کوئی سند نہیں۔ ویسے بھی یہ شعر کچھ کمزور تھا کیونکہ صبا تو صبح کی ہوا کو کہتے ہیں شام کی ہوا کو نہیں اور صبا کا پیغام صبح چلنے کا تو ہو سکتا ہے، شام کے چلنے کا نہیں۔ لیکن چونکہ یہ دونوں نظمیں جو جلسہ میں پڑھی گئیں جلسہ سے چند دن پہلے شروع ہوئیں اور جلسہ کے ہنگامے کے دنوں میں مکمل ہوئیں اس لئے پوری طرح نظر ثانی نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر خرام لفظ استعمال ہوتا تو پھر بھی مؤنث میں ہی ہونا تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ متبادل شعر میں یہ لفظ آتا ہی نہ۔ اس لئے اگر وقت ملا تو پہلا مصرع تبدیل کر کے ’الفضل‘ کو ترمیم کے لئے لکھ دوں گا ورنہ اس شعر کو حذف کرنے کے لئے اعلان کروایا جا سکتا ہے‘‘۔

(مکتوب ۱۲/نومبر ۱۹۹۱ء)

......☆......☆......☆......

’’درد:

......ضمناً یاد آیا کہ شعروں میں تو درد لفظ مذکر استعمال ہی ملتا ہے جیسے:

دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا
دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے

لیکن بول چال میں بسا اوقات ’سر درد ہو رہی ہے‘ سننے میں آتا ہے۔ یا ’مجھے درد ہو رہی ہے‘ اس کو آپ کس مقام پر رکھیں گی۔ کیا غلط العام شمار ہو گا یا غلط شمار ہو گا؟ (مکتوب ۱۲/نومبر ۱۹۹۱ء)

......☆......☆......☆......

نون اور نون غنہ

کتنے کھنڈر محل بنائے گئے
کتنے محلوں کے کھنڈرات بنے

اکثر و بیشتر تو خاکسار کے بچگانہ بلکہ بیوقوفانہ مشوروں پر تبصروں میں معرفت کے نکتے حاصل ہوئے۔ دو مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ڈھنگ سے توجہ نہ دلا سکنے کی وجہ سے وضاحت موصول ہوئی۔ مثلاً مندرجہ بالا شعر میں ’کھنڈر‘ کے ’ن‘ کی آواز نون غنہ ہوتی تو بہتر تھا۔ خوف اس قدر مسلط تھا کہ نہ جانے کیا لکھ دیا۔ مناسب وضاحت نہ کی جواب موصول ہوا۔

’’دوسرے خط میں جو آپ نے ’کھنڈر‘ لفظ پر نظر ثانی کے لئے بڑی ہی ملائمت سے توجہ دلائی ہے اس کے لئے معذرت کی تو کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ نے وضاحت نہیں کی کہ اس پر اعتراض کیا ہے۔ مجھے ابھی سمجھ نہیں آئی کہ لفظ کھنڈر پہ اعتراض کیا ہے۔ اگر یہ وہم ہے کہ کبھی کھنڈر محل نہیں بنائے گئے تو یہ درست نہیں۔ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ بارہا کئی شہر اجڑے اور پھر آباد کئے گئے اور جو محل کبھی آباد تھے ان کے کھنڈروں کو آباد کیا گیا۔

موہنجودڑو کے متعلق یہی ذکر آتا ہے۔ ویسے بھی دنیا میں یہی ملتا ہے کہ بعض محل ویران ہوئے اور پھر ان کھنڈرات کو آباد کیا گیا۔ اگر کوئی اور بات ہے تو بے تکلفی سے لکھیں۔ سُقم کی طرف توجہ دلانا تو قابل تحسین ہے۔ بے شک مجھے بتائیں کیا کمزوری نظر آ رہی ہے اور اگر اس کا کوئی اچھا حل نظر آئے تو وہ بھی تجویز کر دیں۔

غالبًا دلّی والے لفظ ’کھنڈر‘ پڑھتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو شعر یوں کر لیں ؎

جو کھنڈر تھے محل بنائے گئے
اور محلوں کے کھنڈرات بنے‘‘

(مکتوب ۱۱/دسمبر ۱۹۸۹ء)

......☆......☆......☆......

تاریکی پہ تاریکی اندھیروں پہ اندھیرے

دوسرا موقع جہاں ’ن‘ اور ’ں‘ کی بات واضح نہ کر سکنے کی وجہ سے ’پٹائی‘ ہوئی۔ تحریر فرمایا:

’’آپ کا خط ملا۔ ’اندھیروں پہ اندھیرے‘ کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اسے اَنْ دھیرا پڑھنا پڑتا ہے۔ اس سے مَیں آپ کا جو مطلب سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ نون غنہ غائب سا پڑھا جائے جو وزن میں اضافہ نہ کر سکے۔ آپ کے نزدیک اگر نون غنہ پڑھا جائے تو ’سویروں پر سویرے‘ کی طرز اور وزن پر ’اندھیروں پر اندھیرے‘ پڑھا جائے گا۔ ورنہ اَنْ اور دھیرا دو حصے پڑھنے پڑیں گے۔ آپ کی دلیل بڑی واضح ہے اور خلاصہ اس کا یہی نکلتا ہے کہ نون غنہ اس طرح ادا ہو کہ گویا زائد لفظ موجود ہی نہیں۔ اس طرح ادھیرے اور اندھیرے کا ایک ہی وزن ہو گا۔ اسی اصول کو مندرجہ ذیل مثالوں پر بھی چسپاں کر کے دکھائیں۔

’انگاروں پر انگارے‘ اس میں آپ اَنْ گارہ پڑھیں گی یا نون غنہ کے ساتھ ’ان گارہ‘ کر کے پڑھیں گی۔ اور اگر نون غنہ پڑھیں گی تو کیا نون کالعدم سمجھا جائے گا اور اگارے اور انگارے کو ایک ہی وزن پر پڑھا جائے گا؟ صاف ظاہر ہے کہ جب نون غنہ آئے تو بعض دفعہ بہت خفیف پڑھا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ وہ بعد والے حرف میں مدغم ہو کر اس میں ایک قسم کی تشدید (شدّ) پیدا کر دیتا ہے۔ پس باوجود اس کے کہ انگارے کو اَنْ گارے نہیں پڑھتے۔ پھر بھی نون کے گاف میں ادغام کی وجہ سے گاف میں ایک قسم کی تشدید آ جاتی ہے لیکن واضح تشدید نہیں ہوتی۔ پس اس کو اپنے ذہن میں دہرائیں تو میری بات سمجھ میں آ جائے گی کہ انگارے اور اگارے دونوں کا ایک وزن نہیں جبکہ آپ کے بتائے ہوئے طریق سے دونوں کا ایک ہی وزن بنتا ہے جو ’سویرے‘ کے وزن پر ہے۔ اسی طرح ’انگیخت‘ لفظ ہے پھر ’انبار‘ ہے ’انجام‘ ہے نیز ’انگشت‘ ہے۔ اسے ’اَنْ گشت‘ نہیں پڑھا جاتا۔ اور نہ ہی اَن گشت پڑھا جاتا ہے انگُشت پڑھا جاتا ہے۔ مَیں آپ کو مصرع بتاتا ہوں:

انگشت نمائی سے کچھ بات نہیں بنتی

اس کو چاہے ’اَنْ گشت‘ پڑھیں یا ’اَنگشت‘۔ وزن پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح ’دندان‘ ہے اس کو نہ ’دن دان‘ اور نہ دَنْ داں پڑھا جاتا ہے۔ آپ کے اصرار نے تو مجھے انگشت بدنداں کر دیا ہے کہ آپ ’اندھیروں پر اندھیرے‘ کو ’سویروں پر سویرے‘ کے وزن پر پڑھنا چاہتی ہیں جبکہ مَیں اسے قندیلوں پر قندیلیں ’اور زنجیروں پر زنجیروں کے وزن پر پڑھتا ہوں نہ ’’زَن جیریں‘‘۔

(مکتوب ۵/دسمبر ۱۹۹۳ء)

بعد میں آپ نے اس مصرع کو تبدیل فرما دیا:

تاریکی پہ تاریکی گمراہی پہ گمراہی

نون غنہ ایک اور جگہ قابل توجہ ہو گیا تھا۔ ’کس حال میں ہیں یاران وطن‘ میں ایک مصرع ہے:

’آزاد کہاں وہ ملک جہاں قابض ہو سیاست پر مُلاّں‘

خاکسار نے عرض کی کہ ’مُلاّں‘ میں نون غنہ غیر ضروری ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

’’آپ کی یہ تجویز کہ لفظ مُلاّں کی بجائے مُلاّ ہونا چاہئے ’ں‘ کی ضرورت نہیں۔ آپ سے اتفاق ہے۔ نون غنہ کٹوا دیں۔ آپ کی اس بہت عمدہ تجویز پر بے حد شکریہ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء‘‘۔

(مکتوب ۲۲/اکتوبر ۱۹۹۳ء)

مگر بعد کی ایک نظم میں اس مصرع میں نون غنہ زائد کہنے پر آپ نے فرمایا کہ ’مُلاّں‘ کہنے میں جس نفرت کا اظہار ہوتا ہے ’مُلاّ‘ سے ممکن نہیں اس لئے ایسے ہی رہنے دیں۔

سوچا بھی کبھی تم نے کہ کیا بھید ہے مُلاّں

(پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے فون پر بتایا)

......☆......☆......☆......

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ ۲۰۰۱ء میں لندن سے ’کلام طاہر‘ کا نیا ایڈیشن شائع ہوا۔ حضور پرنور کے ارشاد پر نئی شامل ہونے والی نظموں کی پروف ریڈنگ اور گلاسری کی تیاری کی سعادت نصیب ہوئی۔ لندن سے جو کتاب شائع ہوئی وہ بدرجہا خوبصورت ہے۔ لجنہ کراچی کی اشاعت کا اسلوب برقرار رکھا جس کی ہم سب کو بہت خوشی ہے۔ کتاب موصول ہوئی جس پر پیارے آقا کا دلفریب نوٹ تھا:

’’پیاری عزیزہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

کلام طاہر کے تعلق میں آپ کے بہت ہی قیمتی مشورے ملتے رہے ہیں اور بڑی محنت سے آپ نے اس کی گلوسری بنائی ہے۔ اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے، حق ادا نہیں ہو سکتا۔ بہرحال میری طرف سے یہ عید کا تحفہ، جس میں آپ کا بڑا دخل ہے، ذرا تاخیر سے پیش ہے، قبول فرمائیں‘‘۔

والسلام خاکسار
(دستخط) مرزا طاہر احمد
(۱۸/دسمبر ۲۰۰۱ء لندن)

......☆......☆......☆......

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

جس پر کوئی احسان کیا جائے تو وہ اس کا بدلہ احسان سے چکائے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اس کا تذکرہ کرے

غریب بچیوں کی باعزت رخصتی کے لئے ''مریم شادی فنڈ'' کی نہایت مبارک تحریک میں احباب جماعت نے دل کھول کر قربانی میں حصہ لیا ہے

ایک ہفتہ کے اندر اندر نقد رقوم اور وعدوں کی صورت میں ایک لاکھ ۹ ہزار پاؤنڈز سے زائد اکٹھا ہوگیا ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز -فرمودہ ۲۸ رفروری ۲۰۰۳ء مطابق ۲۸ رتبلیغ ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ۔ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ (سورة النساء:۱۴۸) ترجمہ: اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اور اللہ شکر کا بہت حق ادا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جس پر کوئی احسان کیا جائے تو وہ اس کا بدلہ احسان سے چکائے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ اس کا تذکرہ کرے کیونکہ جس نے اس کا ذکر کیا تو گویا اس نے شکر ادا کیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اچانک مینہ برسنے لگا۔ آپؐ باہر نکلے اور اپنے بدن مبارک سے کپڑا اٹھا دیا یہاں تک کہ مینہ آپ کے جسم مبارک پر گرنے لگا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا۔ تو فرمایا اس لئے کہ وہ ابھی تازہ دم اپنے رب کے پاس سے آیا ہے۔ (سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی المطر)

دوسری روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سال کی پہلی بارش پر سر سے کپڑا وغیرہ اتارتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ''هُوَ اَحْدَثُ عَهْدًا بِرَبِّنَا وَاَعْظَمُهٗ بَرَكَةً'' کہ یہ ہمارے رب سے تازہ تازہ آئی ہے اور سب سے زیادہ برکت والی ہے۔

(کنزالعمال حدیث نمبر ۴۹۳۹)

ایک تیسری روایت میں ہے جس کا حوالہ مجھے اس وقت یاد نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بارش کا پہلا قطرہ اپنی زبان کھول کر اپنی زبان پر لیا کرتے تھے۔

حضرت فُضَيل بن عَمْرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا: اب کیا حال ہے؟ اُس نے کہا: اچھا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: اب کیا حال ہے؟ اُس نے کہا: اچھا ہوں۔ پھر تیسری بار پوچھنے پر اُس نے کہا: اچھا ہوں اور خدا کی تعریف اور شکر ادا کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی چاہئے تھا۔ (الطبرانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں:۔

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾ (النساء :۱۴۸) یعنی خدا تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار اور مومن بن جاؤ گے۔ اس پیشگوئی میں ظاہر فرمایا کہ آنے والا عذاب شکر اور ایمان کے ساتھ دور ہو جائے گا''۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۳)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة السلام مزید فرماتے ہیں:۔

''ہزاروں لوگ ہوں گے جو کہ عبادت سے غافل ہوں گے۔ اگر اتنی چشم نمائی خدا تعالیٰ نہ کرے تو پھر تو لوگ بالکل ہی منکر ہو جاویں۔ یہ تو اس کا فضل ہے کہ سوئے ہوؤں کو ایک تازیانہ سے جگا رہا ہے ورنہ اُسے کیا پڑی ہے کہ کسی کو عذاب دیوے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾ (النساء :۱۴۸) کہ اگر تم میری راہ اختیار کرو تو تم کو کیوں عذاب ہو''۔ (ملفوظات جلد ۳، جدید ایڈیشن صفحہ ۲۰۶)

ایک اور حدیث میں یہ آتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایں مشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم۔ اس کی کوئی حدیث میں روایت تو نہیں ملی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے یہ روایت فرمائی ہے ایں مشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم۔ یہ مٹی کی خاک کی طرح انسان، اگر میں اس کو بخشوں نہ تو کیا کروں۔

اپنے عزیزوں اور خادموں کے ساتھ نیک سلوک اور احسانات پر قدردانی کے جذبات:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپؐ جب گھر میں آتے تھے تو حضرت خدیجہ کا بہت پیار اور محبت سے ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر آپ نے آواز سنی تو فرمایا اَللّٰهُمَّ هَالَه! بخدا یہ تو ہالہ کی آواز ہے۔

اس پر حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کہ کیا اس بوڑھی قریشی عورت کو یاد کرتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپؐ کو اس سے بہتر بیوی عطا فرما دی ہے۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے اس سے بہتر بیوی عطا نہیں فرمائی۔ خدیجہؓ نے اس وقت مجھے قبول کیا جبکہ کوئی دوسرا قبول کرنے والا نہیں تھا۔ اس نے اس وقت میری مدد فرمائی جبکہ میرا کوئی مدد فرمانے والا نہیں تھا اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچے بھی عطا فرمائے۔ (مسند احمد بن حنبلؒ جلد ۶ صفحہ ۱۱۷)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بکری بھی ذبح کرتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو اس کا گوشت ضرور تحفہ بھجوایا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الادب)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آغاز اسلام سے ہی خاص قربانیوں اور خدمت کی توفیق پائی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہمیشہ اُن کی خدمات کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ ایک صحابی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہوگیا۔ اس پر جب حضور کو پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا: جب اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم سب نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے میری سچائی کی گواہی دی اور اپنی جان اور مال سے میری مدد کی۔ کیا تم میرے اس ساتھی کی دلآزاری سے باز نہیں رہ سکتے۔

پھر اپنی وفات کے قریب کے عرصے میں فرمایا:

''لوگوں میں سے اپنی ہمہ وقت مصاحبت اور مال کے ساتھ مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر نے کیا ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو گہرا دوست بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بناتا''۔ (بخاری کتاب المناقب باب فضائل ابی بکرؓ)

حضرت ابوبکرؓ باہر گئے ہوئے تھے جب آنحضرت ﷺ نے دعویٰ فرمایا۔ جب واپس لوٹے تو آپ کی لونڈی نے کہا افسوس اس کا دوست پاگل ہوگیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حیرت سے پوچھا میرا دوست کون پاگل ہوگیا ہے؟ اس نے رسول اللہ ﷺ کا نام لیا اور کہا وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور حضرت رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے دعویٰ کیا ہے؟ آپ کو یہ خیال ہوا کہ میرا گہرا دوست تھا کہیں ٹھوکر نہ کھا جائے تو میں اس کو پہلے دلیل دیتا ہوں۔آپ نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو دیکھو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے اس وجہ سے دعویٰ کیا ہے، اس وجہ سے کیا ہے۔حضرت ابوبکر نے کہا نہیں مجھے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ۔ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں کیا ہے۔آپ (حضرت ابوبکرؓ) نے فرمایا پھر میں ایمان لاتا ہوں۔آپ کا منہ جھوٹوں کا منہ نہیں ہے اس کو دیکھتے ہی میں اس کو سچا سمجھتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ: اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے، اُس نے اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کی اور دار الھجرۃ کی طرف مجھے ساتھ لے کر گئے، بلال کو اپنے ذاتی مال کے ذریعہ آزاد کرایا۔اللہ عمر پر بھی رحم فرمائے وہ ہمیشہ حق بات کہتا ہے خواہ کڑوی ہی ہو...... اللہ عثمان پر بھی رحم فرمائے۔اُس سے فرشتے بھی حیا محسوس کرتے ہیں۔اللہ علی پر رحم فرمائے۔اے اللہ! جدھر بھی وہ ہو تو حق کو اسی طرف کردے۔(ترمذی کتاب المناقب)

حضرت ابو طفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو مقام جعرانہ میں دیکھا۔ آپؐ گوشت تقسیم فرمارہے تھے۔اس دوران ایک عورت آئی یہاں تک کہ حضورؐ کے قریب آگئی تو حضورؐ نے اُس کے لئے اپنی چادر بچھادی اور وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔میں نے (لوگوں سے) پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ حضور کی رضاعی والدہ حلیمہ ہیں۔(ابوداؤد کتاب الادب)

ہجرت مدینہ سے قبل نبوت کے تیرھویں سال مدینہ کے ستّر افراد نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس موقعہ پر ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مدینہ کے یہود کے ساتھ ہمارے پرانے تعلقات ہیں۔آپ کا ساتھ دینے سے وہ منقطع ہوجائیں گے، ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپ کو غلبہ دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر مکہ واپس چلے جائیں۔اس پر حضورؐ نے تبسم فرمایا: کہا ہرگز نہیں۔ میرا خون تمہارا خون ہے تمہارا خون میرا خون ہے۔تمہاری امان میری امان ہے اور تمہاری عزت میری عزت ہے۔میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔جس سے تمہاری جنگ ہوگی میں بھی اس سے جنگ کروں گا اور جس سے تم صلح کروگے میں بھی اس سے صلح کروں گا۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۵۰۔۵۱)

یہ مشہور واقعہ ہے کہ جنگِ حنین کے بعد جب مال غنیمت تقسیم ہورہا تھا تو ایک انصاری نے اعتراض کردیا رسول اللہ ﷺ کو کہ گویا آپ ناانصافی کررہے ہیں اور زیادہ مال اپنوں کو دے رہے ہیں اور انصار کو نہیں دے رہے۔اس پر رسول کریم ﷺ نے ایک بہت ہی دردناک خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا اے انصار اگر تم یہ کہو کہ اے محمدؐ تو ہمارے پاس اس وقت آیا جبکہ تیرے پاس کچھ بھی نہیں تھا ہم نے تجھے قبول کیا اور ہم نے تجھے پناہ دی اور تو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ مالی لحاظ سے بہت کمزور تھا ہم نے اپنی مالی قربانیوں سے تجھے غنی کردیا۔اگر تم یہ کہو تو میں تمہاری تمام باتوں کی تصدیق کرتا چلا جاؤں گا۔اے انصار اگر لوگ مختلف وادیوں یا گھاٹیوں میں سفر کررہے ہوں تو میں اسی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا جس میں تم انصار چلوگے اور اگر میرے لئے ہجرت مقدر نہ ہوتی تو میں تم سے کہلانا پسند کرتا۔تم تو میرے ایسے قریب ہو جیسے وہ کپڑے جو بدن کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور باقی لوگ ایسے ہیں جیسے اس کے اوپر کوئی کپڑے ہوتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد۳ صفحہ ۷۶)

شاہ حبشہ نجاشی کی جب وفات ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتادیا کہ شاہ حبشہ نجاشی وفات پاگیا ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کو مومن سمجھتے تھے اور اس نے صحابہ کرام جنہوں نے ہجرت حبشہ کی تھی ان پر بڑا احسان کیا ہوا تھا۔اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ موت کی خبر سنتے ہی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے بعض لوگوں کی نماز جنازہ غائب پڑھانا۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے یہ بھی فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔(بخاری کتاب المناقب)

نجاشی کی طرف سے ایک وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ بنفس نفیس ان کی خدمت کرنے لگے۔صحابہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ کیوں خدمت کرتے ہیں ہمیں خدمت کا موقعہ دیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میرے پیارے صحابہ کی اس نے خدمت کی ہوئی ہے اس لئے میں بھی اس کے ساتھیوں کی، اس کے بھیجے ہوؤں کی خدمت کروں گا۔(السیرۃ الحلبیۃ جلد۳ صفحہ ۵۷)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لمبی روایت مسند احمد بن حنبل میں آئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ رسول کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ایک دفعہ رسول کریمؐ نے فرمایا ربیعہ! شادی نہیں کروگے۔تو انہوں نے عرض کی۔نہیں۔پھر آپؐ نے فرمایا ربیعہ شادی نہیں کروگے۔تو انہوں نے کہا نہیں۔پھر سوچا کہ حضور میرا بھلا برا جانتے ہیں۔اب دریافت فرمایا تو مثبت جواب دوں گا۔جب رسول اللہ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا تو انہوں نے اثبات میں فرمایا جی ہاں یا رسول اللہ۔اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا انصار کے فلاں خاندان کی طرف جاؤ اور ان کو میرا پیغام دو کہ فلاں لڑکی سے تمہاری شادی کردیں۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پیغام پر اس نے فوراً تسلیم کرلیا اور ان کی شادی اس لڑکی سے ہوگئی۔اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ولیمے کا انتظام بھی سارا خود فرمایا اور خود ولیمے میں شامل بھی ہوئے اور دعا بھی کروائی۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند المدنیین)

ایک روایت میں حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ ایک سفر میں تھے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی کی تلاش میں لوگ تیز قدموں سے آگے چلنے لگے۔اس پر حضرت قتادہ پیچھے رہ گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوئے تاکہ آپ کی حفاظت کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تمہاری حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔(سنن ابی داؤد کتاب الادب)

حضرت سلام بن ابی شُرَحْبِیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے خالد کے بیٹوں حَبَّہ اور سَواء سے سنا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپؐ اپنے دست مبارک سے کوئی کام کررہے تھے یا کوئی عمارت بنارہے تھے۔ہم نے اس میں آپؐ کی معاونت کی تو آپ نے ہم سب کو دعا دی۔(مسند احمد بن حنبل، مسند المکیین)

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب طائف کے سفر سے واپس مکّہ آئے تو مطعم بن عدی نے آپ کو پناہ دی تھی اور اس کے بیٹوں کے ساتھ تلواروں کے سایہ میں آپ مکّہ میں داخل ہوئے تھے۔مطعم کفر کی حالت میں ہی فوت ہوگیا۔مگر حضرت حسّان بن ثابت نے اس کے شریفانہ برتاؤ پر اس کی مدح میں زوردار اشعار کہے جو ان کے دیوان میں اب تک محفوظ ہیں۔

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ ۱۸۳)

محمد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارہ میں فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کی رہائی کے لئے سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو آزاد کردیتا۔(صحیح بخاری کتاب المغازی باب من سمی من اھل بدر)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی بعثت سے پہلے ایک دفعہ ”نعمة الباری“ نام کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا اور لکھنی شروع کی تھی تو پھر اس کو بیچ میں ہی چھوڑ دیا اس وجہ سے کہ روایت میں آتا ہے کہ آپ کو خیال آیا کہ میں یہ جو کتاب لکھ رہا ہوں میرے قلم میں طاقت کہاں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرسکوں اور انعامات کو گن سکوں۔ وہ تو بارش کے قطروں کی طرح مجھ پر نازل ہو رہے ہیں۔ اس لئے آپ نے قلم رکھ دیا اور کہا خدا کی نعمتوں کو کوئی نہیں گن سکتا۔” جیسے ان بارش کے قطرات کا شمار۔ اس طرح یہ امر میرے امکان سے خارج ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے انعامات کو جو مجھ پر ہوئے ہیں گن سکوں۔ ساری دنیا اور اس کا ایک ایک ذرہ اور نظام عالم کو میں نے اپنی ذات کے لئے دیکھا ہے ایک معرفت کا دفتر مجھ پر کھولا گیا اور میں نے سمجھا کہ یہ بارش کا نزول محض اس لئے تھا کہ میں اس حقیقت کو پاؤں۔ میں افضال الٰہی اور انعام الٰہی کا شمار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا اور یہ راز منکشف ہو گیا کہ اگر تم خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہ کرسکو گے۔

(حیات احمدؑ جلداوّل صفحہ ۳۰۸)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دلچسپ روایت ہے کہ:۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ کسی دیوار کے متعلق حضرت امّ المومنین کی رائے اور تھی اور حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور تھی کہ وہ کہاں کھڑی کی جائے۔ حضرت مولوی صاحب نے جب حضرت اقدس سے اس کا ذکر کیا تو حضرت اقدسؑ نے حضرت امّ المومنین کے متعلق فرمایا کہ جو ان کی خواہش ہے وہی پوری ہوگی۔ کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکے بھی انہیں سے عطا فرمائے ہیں اور انہوں نے بڑی خدمت کی ہے میری اور میں انہیں اللہ کے شعائر میں سے سمجھتا ہوں۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۳۹۷)

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

میں نے اپنی ہوش میں کبھی حضورؑ کو حضرت اماں جانؓ سے ناراض ہوتے نہیں دیکھا بلکہ ہر حالت میں ایک آئیڈیل جوڑے کی شکل ہوتی تھی۔ بہت کم خاوند اپنی بیوی کی دلداری کرتے ہیں جو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

چند شعر ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو حضرت امّاں جان کی جانب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر ہیں:۔

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے مرے سلطاں تیرا
سر سے پا تک ہیں الٰہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا
کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی خدام کو خواہ وہ آپ کے تنخواہ دار ملازم تھے یا آپ کے ساتھ سلسلہ بیعت میں خادم تھے حقیر اور کم پایہ نہیں سمجھا۔ بلکہ انہیں اپنے کنبہ کا ایک فرد اور اپنے اعضاء کا ایک جزو یقین کیا۔ اور اپنے عمل سے ہمیشہ دکھایا کہ کسی معاملہ میں کبھی کسی قسم کی ہتک ان کی پسند نہیں فرمائی۔ ان کو اپنے دوستوں اور خدام کا اس طرح پاس تھا کہ وہ کسی دوسرے سے بھی ان کی ہتک سننا پسند نہیں فرماتے تھے...... دوست اور احباب تو بڑی بات ہے۔ آپ اپنے ادنیٰ درجہ کے خدام اور ملازمین سے بھی یہی سلوک فرمایا کرتے تھے...... خدام کے چھوٹے چھوٹے کام کی ہمیشہ قدر فرماتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ ان کی محنت سے زیادہ دیا کرتے۔ جن ایام میں کوئی کتاب یا رسالہ جلدی اور ضروری چھاپنا اور شائع کرنا مقصود ہوتا اور راتوں کو کام ہوا کرتا تھا تو جو لوگ حضور کے ساتھ عملہ پریس یا کاتب کام کرتے ان کے لئے دودھ اور دوسری چیزیں خاص توجہ سے مہیا فرمایا کرتے تھے۔ اور معمولی سے زیادہ اجرتیں دیتے۔ اور بایں ہمہ ان کی کارگذاری پر نہ صرف خوشی بلکہ شکریہ کا اظہار فرماتے۔ جن لوگوں نے ان آنکھوں اور ہاتھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا ہوا ہے۔ حضور کے عطایا کا لطف اٹھایا ہوا ہے، آج ان کو کوئی بھی اور خوش نہیں کرسکتا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خوش فرمایا۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۳۵۹ تا ۳۶۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کے مطابق میں بھی جس زمانے میں زیادہ کام کرتا تھا اور کتابیں تحریر کر رہا تھا تو بہت سی خواتین اور مرد اکٹھے ہو جایا کرتے تھے طوعی خدمت کے لئے، اس وقت مجھ میں ہمت تھی اور رات بارہ بارہ ایک ایک بجے تک کام کرتا تھا تو ان کا کھانا میں پھر اوپر سے خود لے کے آیا کرتا تھا اور خود ان کی خدمت کرتا تھا۔ تو یہ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت پر میں نے بھی عمل کر کے دیکھا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

اس جگہ میں اس بات کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا” کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلقِ اخوّت پکڑنے والے اور اس سلسلے میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کا ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نورِ دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں“۔

اب دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اتنی بیشمار خدمت کی ہے مگر آپ کو یہ پھر بھی احساس رہتا تھا اپنے خدام کا کہ وہ ان خدمتوں میں مجھ سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ فرمایا میں رشک سے دیکھا کرتا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں ٹہل رہے تھے اور رو رہے تھے۔ کسی صحابی نے دیکھا کہ آپ حضرت حسّان بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہے:”**کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر** ......“ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس صحابی نے عرض کیا کہ آپ رو کیوں رہے ہیں فرمایا کاش رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں یہ شعر میں نے کہا ہوتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے جو آپ کا عشق تھا نا قابل بیان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

”میرے محبین سب کے سب متقی ہیں لیکن ان میں سے بصیرت میں زیادہ قوی، علم میں حصہ کثیر رکھنے والا، رفق اور حلم میں افضل، ایمان اور اطاعت میں اکمل۔ محبت، معرفت، خشیت، یقین اور ثبات (قدم) میں زیادہ مضبوط ایک مردِ مبارک، کریم، متقی عالم، صالح اور فقیہ و محدّث، جلیل القدر، حکیم حاذق، عظیم الشان، حاج الحرمین، حافظِ قرآن، قوم کے لحاظ سے قریشی اور نسب کے لحاظ سے فاروقی جس کا اسمِ گرامی مولوی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔ اللہ دنیا اور دین میں اسے اس کا ثواب عطا فرمائے۔ وہ ان ابتدائی لوگوں میں سے ہے جنہوں نے صدق و صفا، محبت و اخلاص اور وفا سے میری بیعت کی۔ وہ ایسا شخص ہے جو انقطاع، ایثار اور خدماتِ دین میں حیران کن مقام رکھتا ہے۔ اس نے اعلائے کلمہ اسلام کے لئے کئی طریق سے مال کثیر خرچ کیا ہے۔ میں نے اسے ایسے مخلصین میں پایا ہے جو اللہ سبحانہ کی رضا کو تمام رضاؤں پر اور بیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں پر ترجیح دیتا ہے۔ میں نے اسے ایسے لوگوں میں سے پایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضات کی تلاش میں رہتے ہیں اور اپنے اموال اور اپنے نفوس کو خرچ کر کے اس کی رضا اور رضوان کے لئے کوشاں ہیں اور ہر حال میں شکرگزاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا صادق صدیق عطا کیا ہے جو فاضل، جلیل القدر (بہادری میں) شیر، باریک بین، گہری فکر والا اور خدا کی راہ کا مجاہد اور خدا کی خاطر کمال اخلاص سے ایسا محبت کرنے والا ہے کہ جس سے کوئی محبت کرنے والا سبقت نہیں لے جاسکا“۔

(حمامة البشریٰ روحانی خزائن جلد۷ صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

”بعض تم میں سے ایسے بھی صادق ہیں جنہوں نے کسی نشان کی اپنے لئے ضرورت نہیں سمجھی گو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو سینکڑوں نشان دکھا دیئے۔ لیکن اگر ایک بھی نشان نہ ہوتا تب بھی مجھے صادق یقین کرتے اور میرے ساتھ تھے۔ چنانچہ مولوی نورالدین صاحب کسی نشان کے طالب نہ ہوئے۔ انہوں نے سنتے ہی آمنّا کہہ دیا اور فاروقی ہو کر صدیقی عمل کر لیا“۔ (الحکم جلد۶ نمبر ۴۲ صفحہ ۱ پرچہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء) یعنی حضرت ابوبکر صدیق والا عمل، پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھ کر کہا کہ آپ کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔

ایک اور جگہ حضرت مسیح موعودؑ ”نشان آسمانی“ میں لکھتے ہیں:۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بودے

کیا ہی اچھا ہو اگر اُمّت میں سے ہر ایک نور الدین بن جائے اور ضرور ایسا ہی ہو۔ اگر ہر ایک دل اسی طرح جس طرح نور الدین کا دل یقین سے پُر تھا، یقین سے پر ہو جاوے۔ (نشان آسمانی صفحہ ۴۲)

اب اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے منظوم کلام میں حضرت سید سرور شاہ صاحب کی تعریف میں بھی بہت باتیں فرمائی ہیں۔ جب ثناء اللہ امرتسری سے مناظرہ ہوا تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بہت دعاؤں کے ساتھ ان کو بھیجا تھا مناظرے کے لئے اور اس مناظرے میں آپ کو ایک شیر قرار دیا ہے جو دشمن پر بڑی جرأت سے حملہ آور ہوتا ہے اور یہی حال ہوا اس مباحثے کا انجام کہ ثناء اللہ کو شکست فاش ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’پس جب دونوں فریق بحث کے لئے جمع ہوگئے اور لوگوں میں منادی کرادی گئی اور لوگ حاضر ہوگئے اور پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں کے دلوں میں خوف ہوا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کرلی تھی۔ پس میرے اصحاب پر آسمان سے تسلی نازل کی گئی اور خدا مدد کررہا تھا اور خدا نے ان کو قوت لڑائی کی دے دی اور روح القدس نے ان کو مدد دی اور ثناء اللہ اس کی قوم کی طرف سے مقبول تھا۔ اور ہماری طرف سے مولوی سید محمد سرور شاہ پیش ہوئے گویا مقامِ بحث ایک ایسے بَن کی طرح تھا جس میں ایک طرف بھیڑیا چیختا تھا اور ایک طرف شیر غراتا تھا۔ (اعجاز احمدی)

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی قدردانی کے سلسلہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی تحریرات میں ان لوگوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جنہوں نے چندآنے چندے میں پیش کئے تھے اس زمانے میں، چندآنے یا چند روپے اور ان کا بڑے احسان مندی سے ذکر فرمایا ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ اس زمانے میں چندآنوں کا ذکر کرنا اور کتاب میں لکھنا کیسی تعجب کی بات ہے۔ لیکن اس کا ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ آج جب ہم ان کے وہ حالات پڑھتے ہیں تو ہمارے دل سے ان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ آج جبکہ جماعت خدمت دین میں اربوں روپیہ خرچ کررہی ہے مجھے کامل یقین ہے یہ انہیں چندآنوں کی برکت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں نے نہایت قربانی سے پیش کئے۔ ایک ایک پیسہ کرکے جوڑتے تھے اور جو کچھ ہوتا تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں خدمتِ دین کی خاطر پیش کردیا کرتے تھے۔

اب آپ کے جو غلام تھے خدمتگار، اُن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے سنئے:۔

ایک شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ فرماتے ہیں: ’’یہ جوان صالح اور ایک صالح خاندان کا ہے۔ اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔...... وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولت منداس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ شیخ حامد علی نے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں اور چونکہ وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کے لئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا......‘‘ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے: ’’کاہلی اور کسل بھی بہت ہے‘‘ سست تھے یہ حامد صاحب اور ان میں کمزوری پائی جاتی تھی ’’مگر متدیّن اور متقی اور وفادار ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی کمزوریوں کو دور کرے۔ آمین‘‘

حامد علی صرف تین روپے مجھ سے تنخواہ پاتا ہے اور اس میں سے اس سلسلہ کے چندہ کے لئے چار آنہ بطیّب خاطر محض للّٰہی شوق سے ادا کرتا ہے اور حبّی فی اللہ شیخ چراغ علی چچا اس کا اس کی تمام خوبیوں میں اس کا شریک ہے اور یکرنگ اور بہادر ہے۔ (ازالہ اوہام ۔روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۴۰ تا ۵۴۱)

M. S. DOUBLE GLAZING
Supplier & Installers
UPVC
Windows, Doors, Porches, Patio Doors
For Friendly Quote Please Contact **Tel: 020 8664 8040**
Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

’’میں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنہ یا چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندہ میں شریک ہیں۔ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے کہ باوجود قلّت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گیا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہوگا۔ مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلایا‘‘۔ (ضمیمہ انجام آتھم ۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۴)

اسی طرح ایک خادم عبدالقادر جمال پوری کے متعلق فرماتے ہیں:۔ ’’مولوی عبدالقادر جوان صالح متقی مستقیم الاحوال ہے۔ اس ابتلاء کے وقت جو علماء میں بباعث نافہمی اور غلبۂ سوءظن ایک طوفان کی طرح اٹھا مولوی صاحب کی بہت استقامت ظاہر ہوئی اور اوّل المومنین میں وہ داخل رہے بلکہ دعوت حق کرتے رہے۔ ان کا گزارہ ایک تھوڑی سی تنخواہ پر ہے تاہم اس سلسلہ کی امداد کے لئے دوآنے چھ پائی وہ ماہواری دیتے ہیں‘‘۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۸)

اب دیکھئے کیا شان تھی ان دینے والوں کی کہ ان کا ذکر کتابوں میں رہ گیا ہے اور آنے والی نسلیں ہمیشہ ان کو دعا دیتی رہیں گی۔ آجکل تو لوگ کروڑوں روپے دینے والے ہوگئے ہیں۔ میرے پاس کئی دفعہ وہ لوگ آئے ہیں جنہوں نے کروڑوں دیئے ہیں اور رسید بھی طلب نہیں کی اور کہا ہے اس کو اپنی مرضی سے جب چاہیں، جس جگہ چاہیں خدا کی راہ میں خرچ کردیں تو وہ کروڑوں بھی انہیں آنوں کے بچے ہیں۔

’’حیدرآباد کے ایک مولوی سید مردان علی صاحب اور مولوی سید ظہور علی صاحب اور مولوی عبدالحمید صاحب دس دس روپیہ اپنی تنخواہ میں سے دیتے ہیں۔ اور اسی طرح مفتی محمد صادق صاحب بھیروی اور منشی اروڑا صاحب کپورتھلہ اور ان کے رفیق اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب چکراتہ اور ڈاکٹر بوڑے خان صاحب قصور اور سید ناصر شاہ صاحب سب اوورسیئر، اور حکیم فضل الدین صاحب بھیروی اور خلیفہ نور دین صاحب جموں سب بدل وجان اس راہ میں مصروف ہیں۔ ایسا ہی ہماری مخلص اور محبّ جماعت سیالکوٹ یہ تمام محبین اپنی اپنی طاقت سے زیادہ خدمت میں مصروف ہیں۔ اسی طرح محبی انوارحسین صاحب رئیس شاہ آباد بدل وجان خدمت میں لگے ہوئے ہیں‘‘۔

(ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۳)

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کے متعلق ہے:۔

’’اس امر کا بڑا جوش تھا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے قربانی کریں خود اپنی حالت تو ان کی

یہ تھی نہایت عسر کے ساتھ گزارہ کرتے تھے بوجہ معذور ہونے کے کوئی کام بھی نہ کر سکتے تھے حضرت اقدس کا ایک خادم قدیم سمجھ کر بعض لوگ محبت و اخلاص کے ساتھ کچھ سلوک ان سے کرتے تھے۔ لیکن حافظ صاحب کا ہمیشہ یہ اصول تھا کہ وہ اس روپیہ کو جو اس طرح ملتا تھا کبھی اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اس کو سلسلہ کی خدمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کر دیتے۔ اور کبھی کوئی تحریک سلسلہ کی ایسی نہ ہوتی جن میں وہ شریک نہ ہوتے خواہ ایک پیسہ ہی دیں۔ حافظ صاحب کی ذاتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ان کی یہ قربانی معمولی قربانی نہ ہوتی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا حافظ صاحب کی ان خدمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ خود بھوکے رہ کے بھی خدمت کیا کرتے تھے‘‘۔(اصحاب احمد جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’حِبّی فی اللہ بابو کرم الٰہی صاحب ریکارڈ کلرک راجپورہ ریاست پٹیالہ۔ بابو صاحب متانت شعار مخلص آدمی ہیں۔ وہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ کے رسالوں کے پڑھنے کے بعد بعض علماء طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہوگئے ہیں مگر الحمدللہ میرے دل میں ایک ذرّہ بھی شک راہ نہیں پایا۔ سو میں اس کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے طوفان کے وقت میں شکوک اور شبہات سے بچنا بشر کے اختیار میں نہیں۔ میری تنخواہ بہت کم ہے مگر تاہم کم سے کم ایک روپیہ ماہواری آپ کے سلسلہ کی امداد کے لئے بھیجا کروں گا کیونکہ تھوڑی خدمت میں بھی شریک ہو جانا بکلّی محروم رہنے سے بہتر ہے‘‘۔(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۵۳۸)

منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے دو قابل رشک مخلصین کا ذکر:

’’ان دنوں میں میری جماعت میں سے دو ایسے مخلص آدمیوں نے اس کام کے لئے چندہ دیا ہے جو باقی دوستوں کے لئے درحقیقت جائے رشک ہیں۔ ایک ان میں سے منشی عبدالعزیز نام ضلع گورداسپور میں پٹواری ہیں جنہوں نے باوجود اپنی کم سرمائیگی کے ایک سو روپیہ اس کام کے لئے چندہ دیا ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سو روپیہ کئی سال کا ان کا اندوختہ ہوگا۔ اور زیادہ وہ قابلِ تعریف اس سے بھی ہیں کہ ابھی وہ ایک اور کام میں سو روپیہ چندہ دے چکے ہیں‘‘۔(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۱۴)

اب میں آخر پر یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ پچھلے خطبہ جمعہ میں مَیں نے غریب بچیوں کی شادی کے لئے تحریک کی تھی کہ شادی کے لئے کچھ رقم پیش کریں مجھے تعجب ہوا ہے کہ جماعت نے اس طرح دل کھول کر اس قربانی میں حصہ لیا ہے کہ آسمان سے خدا تعالیٰ کے فضلوں کی بارش ہوئی ہے۔ ان کا انفرادی سب کا ذکر تو میرے لئے ممکن نہیں لیکن کچھ میں ذکر کر بھی دیتا ہوں اس وجہ سے کہ بعض دفعہ خفیہ بھی کرنا چاہئے اور اعلانیہ بھی قربانی کرنی چاہئے۔ اس سے دوسرے لوگوں کو تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس مدّ میں ایک ہفتہ کے اندر اندر نقد رقوم اور وعدوں کی صورت میں ایک لاکھ ۹ ہزار پاؤنڈ سے زائد اکٹھا ہو گیا ہے۔ اور بعض خواتین نے اپنے زیورات پیش کر دیئے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مجھے ذاتی طور پر تو تردد تھا مگر جو کمیٹی بیٹھی ہوئی تھی اس کام کے لئے ان کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اس فنڈ کا نام مریم شادی فنڈ رکھ دیتا ہوں۔ امید ہے اب یہ فنڈ کبھی ختم نہیں ہوگا اور ہمیشہ غریب بچیوں کو عزت کے ساتھ رخصت کیا جا سکے گا۔ اگرچہ مناسب رقم دیں گے بہت زیادہ نہیں، مگر کسی غریب ماں باپ کو یہ غم نہیں رہے گا کہ ہم نے اپنی بیٹی کو کچھ نہیں دیا۔ عزت کے ساتھ چند کپڑوں میں ملبوس اچھی طرح رخصت کریں گے۔

جماعتوں کی طرف سے ۹۵,۸۰۳ پونڈ اور انفرادی ادائیگیاں ۱۳,۵۳۰ پونڈ کی ہیں۔ ٹوٹل ایک لاکھ نو ہزار ۳۳۳ پونڈ، دو عدد طلائی سیٹ اس کے علاوہ ہیں۔

جو جماعتی چندے دیئے گئے ہیں ان میں جماعت انگلستان کا ماشاءاللہ وعدہ دس ہزار پونڈ کا ہے، جماعت اسٹریلیا پانچ ہزار اسٹریلین ڈالر، امریکہ کا پندرہ ہزار چھ سو پچیس پونڈ، مجلس انصار اللہ پاکستان کی طرف سے تین لاکھ روپے یعنی تین ہزار دو سو پچیس پونڈ پیش کئے گئے ہیں۔ جماعت کینیڈا ایک لاکھ کینیڈین ڈالر دے کر، چالیس ہزار تین سو تئیس پونڈ دے کر بہت بڑی سبقت لے گئی ہے باقی جماعتوں سے، مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان تین لاکھ روپے (تین ہزار دو سو پچیس پونڈ) اور تحریک جدید پاکستان بیس لاکھ روپے یعنی اکیس ہزار پانچ سو پانچ پونڈ۔ ٹوٹل پچانوے ہزار آٹھ سو تین پونڈ۔

انفرادی طور پر خاکسار کے وعدے کے علاوہ رفیق حیات صاحب لنڈن نے ذاتی طور پر تین ہزار پونڈ پیش کیا ہے، منصور شاہ صاحب نے ایک سو پونڈ، چوہدری محمد اکرم صاحب ڈیلس امریکہ نے چھ سو پچیس پونڈ، مہ رخ صاحبہ امریکہ ایک سو ڈالر، روحی شاہ صاحبہ نے دو ہزار پونڈ، ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب نے ایک ہزار پونڈ، قانتہ شاھدہ راشدہ صاحبہ لندن واقف زندگی کی بیوی خود بھی واقف زندگی گزارہ پانے والی پانچ سو پونڈ اس مد میں پیش کیا ہے، نعیمہ شبیر بھٹی ایک طلائی سیٹ اور دو سو پچاس پونڈ، مظفر سلام بھٹی ایک سو پونڈ، فہیم احمد صاحب بھٹی بیس پونڈ، چھیری بیگم صاحبہ ہنسلو تین سو پونڈ، مکرمہ طیبہ سیما صاحبہ سو پونڈ، میجر محمود احمد صاحب ایک سو دس پونڈ، شیخ وحید احمد صاحب پچاس پونڈ اور آپا آمنہ صدیقہ منان صاحبہ نے تین سو پونڈ اس مد میں پیش کیا ہے، شیخ محمود احمد صاحب پچاس پونڈ، ڈاکٹر ولی شاہ صاحب، روحی شاہ صاحبہ کے علاوہ انہوں نے ذاتی طور پر پانچ سو پونڈ دیا ہے۔ نسیم مہدی صاحب نے ایک ہزار کینیڈین ڈالر بھی ذاتی پیش کیا ہے، مکرمہ ارم عادل صاحبہ نے ایک طلائی سیٹ۔ یہ کل میزان ۱۳,۵۳۰ پونڈ۔ یہ ۱۳,۵۳۰ ذاتی قربانی کرنے والوں کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

سیرالیون میں جلسہ یوم مصلح موعودؓ کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: سید حنیف احمد، مبلغ سلسلہ)

۲۰؍فروری کا دن خدا تعالیٰ کی قدرتوں کی جلوہ نمائی کا دن، امام زمانہ کی صداقتوں کا مظہر اور للّٰہی وقف دلوں کی سکینت کا دن ہے جس دن اظہار تشکر کے طور پر پوری دنیا میں جماعت احمدیہ عالمگیر عظیم الشان جلسے منعقد کرتی ہے۔

امسال یہ مبارک دن ہمارے جلسہ سالانہ سے معاً ایک دن قبل آیا اور جلسہ سالانہ کی برکت سے یہ جلسہ بھی سیرالیون کے احمدیوں نے ایک جگہ اکٹھے ہو کر منایا۔

۲۰؍فروری بروز جمعرات بعد نماز مغرب وعشاء مکرم امیر صاحب کی صدارت میں یہ جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم اے۔ ٹی۔ جالو صاحب پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول بونے اس دن کی اہمیت بیان کی کہ یہ نشان کہ موعود بیٹا پیدا ہوگا حق و باطل میں فرق کرنے والی پیشگوئی تھی اور موافق و مخالف لوگوں نے اس پیشگوئی کو اسی انداز میں لیا۔

اس کے بعد مکرم یوسف خالد ڈوری صاحب مبلغ سلسلہ نے پیشگوئی کے بارہ میں اختصار سے بتایا جس میں ۵۲ علامات کو حضرت مصلح موعود کی ۵۲ سالہ خلافت پر چسپاں کیا گویا ہر سال ایک علامت کے بدلے بطور خلافت عطا ہوا۔

آخر پر مکرم مولانا طارق محمود جاوید صاحب امیر و مبلغ انچارج سیرالیون نے احباب کو بتایا کہ اس پیشگوئی میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی تحدی سے فرمایا کہ وہ موعود لڑکا جس کا وعدہ دیا گیا ہے ضرور پیدا ہوگا اور نو سالہ میعاد کے اندر پیدا ہوگا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ باوجود ایک واجبی دنیاوی تعلیم کے اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں جو وعدہ فرمایا تھا کہ ’وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا‘ عظمت و شان کے ساتھ پورا ہوا اور بڑے بڑے سائنس دان اور فلاسفر اس کے معترف ہیں۔ قرآنی علوم کا خزانہ اس بات کا شاہد ہے۔

آخر میں آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں نصیحت فرمائی ۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام ہو

کہ اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر ہے اس لئے اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور اس کو کما حقہ ادا کریں۔

اس جلسہ میں جو مسجد ناصر بو میں منعقد ہوا سارے سیرالیون کے نمائندگان موجود تھے اور حاضری ایک ہزار سے زائد تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کو مزید جلا بخشے۔ آمین

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم۔

میانمار (برما) کے سالانہ میلہ میں بکسٹال اور نمائش کتب کا اہتمام

(چار ہزار افراد نے جماعتی سٹال کو وزٹ کیا۔ کتب کی فروخت، فری لٹریچر کی تقسیم، ٹی وی ریڈیو اور اخبارات میں تشہیر)

ہر سال حکومت میانمار کی طرف سے ایک میلہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں مختلف قسم کے سٹالز لگائے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ بھی چند سال سے اس میں حصہ لے رہی ہے۔

امسال یہ میلہ ۲۸/نومبر تا ۱۲/دسمبر ۲۰۰۲ء کو منعقد ہوا۔ امسال بھی جماعت احمدیہ کی طرف سے اس میلہ میں ایک بک اسٹال اور نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم اور دیگر اسلامی لٹریچر نمائش کے لئے رکھا گیا۔

امسال بھی مسلمانوں کی طرف سے صرف جماعت احمدیہ کو سٹال اور نمائش کے اہتمام کی توفیق ملی اور کسی جماعت کا سٹال نہیں تھا۔

اس میلہ میں چار ہزار سے زائد افراد نے ہمارے سٹال کا وزٹ کیا اور کتب کی نمائش دیکھی۔ اس موقع پر ۱۱۴ کتب فروخت ہوئیں۔ اس کے علاوہ ۱۵۰۰ کی تعداد میں پمفلٹ آنے والے مہمانوں میں تقسیم کئے گئے جن میں اسلام کا تعارف، احمدیت کا تعارف، وفات مسیحؑ، امام مہدیؑ، قرآن کریم کا تعارف اور اسلام کی پیاری تعلیم وغیرہ شامل ہیں۔

اخبارات نے خبریں شائع کیں اور ٹیلی ویژن نے بھی ہمارے سٹال کی خبر نشر کی جس وجہ سے لوگ دور دور سے دیکھنے آئے اور جماعتی پیغام بہت دور دور تک پہنچا۔

سیکرٹری صاحب اشاعت اور خدام نے مل کر بک سٹال کی تزئین و آرائش میں حصہ لیا اور صبح سے شام تک خوب محنت سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ یہ مساعی ہماری جماعت کے لئے بہت ہی بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ ہوں۔

مجلس خدام الاحمدیہ تھیگو (جنوبی کوریا) کے پہلے سالانہ اجتماع ۲۰۰۳ء کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: طیب احمد منصور ۔ جنوبی کوریا)

امسال خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس خدام الاحمدیہ جماعت تھیگو، جنوبی کوریا کو پہلے اجتماع کے کامیاب و بابرکت انعقاد کی توفیق ملی۔ یہ جماعت گزشتہ سال قائم ہوئی تھی۔ مجلس خدام الاحمدیہ کا یہ اجتماع کورین نئے قمری سال کے آغاز کی تعطیلات کے موقع پر مورخہ ۳۱/جنوری و یکم/فروری ۲۰۰۳ء کو جماعت تھیگو کے سنٹر واقع پوسان میں منعقد ہوا۔ یہ سنٹر گزشتہ سال رمضان کے مہینے میں لیا گیا تھا۔ پوسان جنوبی کوریا کے جنوب مشرقی ساحل سمندر پر واقع ایک خوبصورت شہر ہے۔

اجتماع کا آغاز نماز جمعہ سے ہوا۔ نماز جمعہ اور کھانے کے بعد افتتاحی اجلاس مکرم احسان محمد باجوہ صاحب صدر جماعت احمدیہ کوریا کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد خدام الاحمدیہ کا عہد دوہرایا گیا۔ پھر خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا اجتماع کے موقع پر خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا جس میں حضور انور ایدہ اللہ نے اجتماع میں شامل ہونے والوں کو اپنی دعاؤں سے نوازا اور محبت بھرے سلام کا تحفہ عطا فرمایا تھا۔

بعدہٗ نائب صدر جماعت احمدیہ کوریا نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۷۰ کے حوالہ سے اطاعت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے چار انعامات کا ذکر کیا اور ان کی روشنی میں اہم بنیادی تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی۔ مکرم صدر صاحب کی دعا کے بعد یہ اجلاس برخاست ہوا۔

رات دس بجے حضور انور ایدہ اللہ کا خطبہ جمعہ انٹرنیٹ کے ذریعہ براہ راست دیکھا اور سنا گیا۔

دوسرا دن

دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا۔ ناشتہ کے بعد مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔

اختتامی اجلاس صبح دس بجے مکرم احسان محمد باجوہ صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں قرآن و حدیث اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور آپ کے مقدس خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں ہم پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی۔ پھر کچھ احباب نے نظمیں سنائیں۔ دعا کے ساتھ اجلاس کا اختتام ہوا۔

اختتامی دعا کے بعد نماز ظہر و عصر کے بعد حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر سے تیار کیا گیا تھا۔

اجتماع میں مقامی جماعت تھیگو کے خدام سمیت کوریا کے مختلف شہروں سے ۱۳ خدام نے شمولیت کی۔ اس طرح مجلس خدام الاحمدیہ تھیگو کا پہلا سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

قارئین سے درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے بابرکت اثرات کو دائمی فرمائے اور شاملین اجتماع کو حضور انور ایدہ اللہ کی دعاؤں کا وارث بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دنیائے طب

(ڈاکٹر شبیر احمد بھٹی)

اسپرین۔ ایک معجزانہ دوا!؟

اسپرین کے دل پر مفید اثر کا تو علم ہے ہی اور یہ دوا اکثر ہارٹ اٹیک کے بعد دی جاتی ہے تاکہ مزید ہارٹ اٹیک کو روکا جائے۔ اس دوا کو ایجاد ہوئے قریباً ایک سو سال ہوگئے ہیں اور اس کے نت نئے فوائد ظاہر ہوتے جا رہے ہیں۔ اوائل میں یہ سوزش کم کرنے اور درد کو دور کرنے کے لئے استعمال کی جاتی تھی لیکن چند سالوں سے اس کا مختلف سرطانوں پر بھی اثر کا انکشاف ہوا۔ خصوصاً ایسے سرطان جو کہ سوزش پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آنتوں، پھیپھڑے اور رحم کا سرطان۔ اسپرین لگاتار استعمال کرنے والوں میں ان کی شرح خاصی کم ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ اسپرین میں سوزش کم کرنے والی صفت بھی ہے اور ایک ایسی صفت بھی جو کہ خلیوں کو کینسر کی صفات اختیار کرنے سے روکتی ہے۔

(British Journal of Cancer Vol:88)

اسپرین کا وائرس (Virus) پر اثر

نیوسائنٹسٹ (New Scientist) کے حالیہ شمارہ میں اسپرین کا ایک اور فائدہ بیان ہوا ہے کہ اس سے ایسے مریضوں کا علاج کیا جا سکتا ہے جو کہ اپنی قوت مدافعت کو یا تو کھو چکے ہیں یا خاصی کمزور کر چکے ہیں۔ ایسے مریضوں میں وائرس کی ایک قسم جسے CMV کہتے ہیں جان لیوا ہو سکتی ہے۔ یہ وائرس ویسے تو عام طور پر بے ضرر ہوتا ہے اور تقریباً دس فیصد صحتمند لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اوپر بیان کردہ بیماری میں یا پیٹ میں پلنے والے بچے کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اسپرین کا طریق عمل یہ ہے کہ وہ جسم میں ایک ایسی چیز کو پیدا ہونے سے روکتی ہے جس کا نام Prosta Glandin E2 ہے۔ (یعنی پراسٹا گلنڈن)۔ یہ سوزش پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن وائرس اسی چیز کو قابو کر کے اپنے فائدہ کے لئے استعمال میں لے آتے ہیں اور اس کے ذریعہ اپنی نفری بڑھانے لگتے ہیں۔

اسپرین کا پھیپھڑوں کے سرطان پر اثر۔ ایک تحقیق

برٹش جرنل آف کینسر کے شمارہ نمبر ۸۷ میں ایک تحقیق کا ذکر ہے جو بارہ سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں قریباً ۹۰۰ عورتوں کو شامل کیا گیا جن میں کچھ سگریٹ نوشی کرتی تھیں اور کچھ نہیں۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں ۸۰ عورتیں پھیپھڑوں کے سرطان کا شکار ہوئیں۔ لیکن جو عورتیں ہفتہ میں کم از کم تین بار اسپرین استعمال کرتی تھیں ان میں سرطان کا امکان ۶۰ فیصد سے بھی کم ہوا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نہ لیا جائے کہ سگریٹ نوشی جاری رکھی جائے لیکن ساتھ اسپرین بھی لے لی جائے تاکہ سرطان کا امکان کم ہو۔ یہ امر مزید تحقیق طلب ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ سگریٹ نوشی کے ذریعہ ہونے والے پھیپھڑوں کے سرطان اور اموات کی شرح ۹۰ فیصد ہے اور سگریٹ نوشی کو ترک کرنے سے پھیپھڑوں کے ۹۰ فیصد سرطان نہ ہوں گے اور نہ ہی اموات۔

رات بھر دعا کرتے رہے

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب بی۔اے۔ کی روایت ہے کہ چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کو پہلے بچے کے وقت سخت تکلیف تھی۔ آپ رات گیارہ بجے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے گھر گئے۔ چوکیدار سے پوچھا کہ کیا حضرت صاحب کو اس وقت مل سکتا ہوں۔ اس نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن اندرون خانہ حضرت صاحب نے آواز سن لی اور پوچھا: ”کون ہے؟“۔ چوکیدار نے عرض کی کہ چوہدری حاکم ملازم بورڈنگ ہیں۔ فرمایا: ”آنے دو“۔ آپ اندر چلے گئے اور زچگی کی تکلیف کا ذکر کیا۔ آپ اندر جا کر ایک کھجور لے آئے اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور چوہدری صاحب کو دے کر فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ ہو جائے تو مجھے اطلاع دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں بچی پیدا ہوگئی۔ چوہدری صاحب نے سمجھا کہ اب دوبارہ حضرت صاحب کو جگانا مناسب نہیں اس لئے سو رہے۔ صبح کی اذان کے وقت وہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولوی صاحب اس وقت وضو کر رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے عرض کیا، کھجور کھلانے کے بعد بچی پیدا ہوگئی تھی۔ آپؓ نے فرمایا کہ بچی پیدا ہونے کے بعد تم میاں بیوی آرام سے سو رہے۔ اگر مجھے بھی اطلاع دے دیتے تو مَیں بھی آرام سے سو رہتا۔ مَیں تمام رات تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا۔

(اصحاب احمد جلد ۸ صفحہ ۷۱-۷۲۔ مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

F0ZMAN FOODS

A LEADING BUYING GROUP FOR GROCERS AND C.N.T.SHOPS

2- SANDY HILL ROAD ILFORD, ESSEX

TELEPHONE 0181-553-3611

تبصرہ بر کتاب

''خطوطِ امام - بنامِ غلام''

(پروفیسر میاں محمد افضل ۔ لاہور)

ایک نئی کتاب منظر عام پر آئی ہے ۔ایسی کتاب جس میں بے پناہ کشش، ایسی کہ قاری کو مجبور کرے کہ وہ پڑھتا ہی چلا جائے ۔ یہ خوبصورت کتاب گھومتی ہے ایک ایسی شخصیت کے گرد جس سے نور علم کی کرنیں پھوٹتی ہیں ۔علم کی ایسی چکا چوند جو حیران کن بھی اور قابل صد تعریف بھی ۔ایک بڑی قد آور شخصیت جس نے علم کے سمندر میں غوطہ زنی کی اور بے شمار گوہر آبدار نکال کر قارئین کے سامنے پیش کر دئے ۔ یہ قابل تحسین شخصیت ہے ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب کی اور ان سے ملاقات ہوتی ہے محترمہ سیدہ نسیم سعید صاحبہ کی خوبصورت کتاب ''خطوطِ امام بنامِ غلام'' میں ۔ بڑی محنت سے لکھی ہوئی ، بہت اعلیٰ ترتیب دی ہوئی، بہت خوبصورت طرز تحریر سے سجی ہوئی ۔جس میں محترم بھائی کی محبت موجزن ہے ۔اور مرتب کے علم کا نور چھلکتا ہوا ،ایک عظیم بھائی کو ایک عالم بہن کا خوبصورت خراج تحسین ۔

سید برکات احمد ایک ایسے باپ کے چشم و چراغ جنہوں نے صحافت کی دنیا میں اپنی تحریروں ، اپنے بے شمار ماہناموں اور رسالوں سے ایک تہلکہ مچا دیا ۔ایک جرأت مند صحافی ، ایک نڈر قلمکار ،ایک عالم، ایک پرجوش داعی الی اللہ ۔ اور پھر ان کی والدہ ، برقع میں لپٹی لپٹائی قائد اعظم کی با اعتماد کارکن ، ایک بہادر اور بے خوف صحافی ، مسلم لیگ کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ۔ ایسے عظیم والدین کی عظمت یقیناً اولاد میں بھی نمایاں ہوگی ۔سید برکات احمد میٹرک میں فیل ہوئے مگر اپنی ماں کی دعاؤں سے علم کے زینے پھلانگتے چلے گئے ۔ یقیناً اپنی زندگی کی مختلف منازل طے کرنے میں انہیں والدین کی دعاؤں کا سہارا ملتا رہا ۔وہ ملک کے سب سے بڑے علمی دنگل میں اترے اور I.C.S. کے امتحان میں اول آ کے اپنی علمیت کا سکہ جمایا ۔پھر مختلف اہم عہدوں پر فائز رہے جو یقیناً ان کی خداداد صلاحیتوں اور ان کی علمی قابلیت کا ایک بین ثبوت ہے ۔لیکن ان کی یہ سوانح جس بات کو نمایاں کرتی ہے وہ ہیں ان کی متنوع علمی کاوشیں ۔جس علمی میدان میں بھی اترے ، گہرائی تک پہنچے اور ایسی تحریرات پیش کیں کہ دشمن بھی انگشت نمائی نہ کر سکے ۔ ان کا دائرہ اتنا وسیع ،موضوعات اتنے متنوع مگر کہیں بھی سطحی بات نہیں کی ۔ گہرائی بھی ، گیرائی بھی ، تنوع بھی اور ٹھوس حقائق بھی ۔ان کے موضوعات کی ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ کیجئے :۔

اپنی ساری مصروفیات کے باوجود خدمت قرآن کو اپنا فرض جانا ۔ یورپین لوگوں کے لئے قرآن کریم پڑھنے میں آسانی پیدا کرنے کے لئے یسرنا القرآن کی طرز پہ ایک کتاب لکھی جس کے متعلق کہا گیا کہ یہ قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے لئے ایک نیا اور احسن طریق پیش کرتی ہے ۔ خدمت قرآن کے سلسلہ میں دو اور کتابیں لکھیں جو قرآنی زبان سمجھنے میں ممد ہو سکتی ہیں ۔

مسلم تاریخ کی طرف متوجہ ہوئے تو حالات و واقعات کی گہرائی تک پہنچے ۔ایسے نکات نکالے اور اور انہیں ایسی خوبصورتی سے پیش کیا کہ ''ہندوستان ٹائمز'' اور ''ٹائمز آف انڈیا'' نے ان عالمانہ مضامین کو اپنے اخبارات کی زینت بنایا ۔ان پر لے دے بھی ہوئی ۔علم سے عاری معترضین نے انگشت نمائی کی کہ ایک نان مسلم اور اسلام کی بات کرے ۔مگر اخبارات نے دفاع کیا کہ یہ ٹھوس حقائق پیش کئے ہیں ایک ہندوستانی عالم نے ۔ پھر آپ نے مستشرقین کے قلعہ کے برج پر اسلام کا علَم لہرا دیا ۔ اتنی گہرائی اور گیرائی کہ غیر بھی مغلوب اور عالم بھی متأثر ۔الغرض سید برکات احمد ایک حقیقی عالم جو ہر بات کی گہرائی تک پہنچے اور ایسی علمیت کا جادو جگایا کہ کسی سے جواب بن نہ پڑا ۔

یہ سب علمی کاوشیں یقیناً ایک عظیم شخصیت کے مختلف النوع کارناموں کی آئینہ دار مگر اس کے باوجود قاری کی نگاہیں مرکوز ہو جاتی ہیں کتاب کے اُس باب پہ جو مرکزی نکتہ ہے اس کتاب کا یعنی امام اور غلام کی خط و کتابت ۔

یہ خطوط کیا ہیں؟ ایک جانب انکساری ، عاجزی اور فدائیت کا پرجوش اظہار اور دوسری جانب دلداری، شفقت اور محبت کی مسلسل بارش ۔مگر دونوں جانب سے اظہار اتنا خوبصورت ، اتنا انوکھا ، اتنا پرتاثیر کہ قاری بھی انہیں جذبوں میں بہتا چلا جائے ۔کہیں کہیں درد کی ایسی ٹیسیں اٹھتی ہوئی کہ قاری کی آنکھیں بھی نم ہو جائیں ۔مگر دوسری طرف آقا کا پرشفقت ہاتھ ایسا دلاسہ دیتے ہوئے ، دلداری کرتے ہوئے ، حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہ بہتے آنسو تھم جائیں ،غم پہ محبت غالب آ جائے ، بے چینی سکون میں بدل جائے ۔ پھر یہ محبت کا اظہار اتنے حسین انداز میں کہ غلام ہی نہیں بلکہ قاری بھی اس ادیبانہ اظہار سے جھوم اٹھے ۔

مگر اس خط و کتابت کا موضوع کیا ہے؟ بات مستشرقین کے اسلام پر اعتراضات اور ان کے مسکت جوابات سے شروع ہوئی اور پھر ''مذہب کے نام پر خون'' موضوع سخن بن گیا اور ڈاکٹر برکات احمد صاحب نے اپنی لاچار کر دینے والی بیماری کے باوجود حضور کی اس کتاب کو انگریزی میں ڈھالنے کے کام کا بیڑہ اٹھا لیا ۔اور اب کیفیت یہ ہے کہ کینسر سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں ۔تکیہ سے سر اٹھانا بھی مشکل ، ہاتھ میں جنبش نہیں والا معاملہ ،بعض اوقات قلم پکڑنا بھی مشکل ،مگر ایک ہی دھن سوار ہے ، آقا کے ارشاد کی تعمیل ہونی چاہئے اور احسن رنگ میں ۔حضور کی دعائیں اور حوصلہ افزا ارشادات ایک نیم جان میں جان ڈالتے ہیں ۔حضور فرماتے ہیں:

''اس اذیت ناک بیماری کی حالت میں بھی تحریر کی روانی اور سلاست کا یہ عالم ہے تو صحت کے عالم میں یہ تحریر کیا کیا جولانیاں دکھلاتی ہوگی'' ۔

ڈاکٹر صاحب کا ایک کے بعد دوسرا آپریشن ہو رہا ہے ۔ چند روز گھر پہ ، پھر ہسپتال واپس ۔ کیفیت یہ ہے کہ ''نہ آواز قائم ، نہ ہاتھوں میں دم'' اور ایسے میں قوّتِ تحریر کی ذمہ داری اپنے آقا کے سپرد کر دیتے ہیں؟

اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا
موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

اور وہ اللہ کے پیارے کچھ ایسے گڑگڑا کے اللہ کے حضور التجا کرتے ہیں کہ مریض جسے ڈاکٹر چار ہفتوں کا مہمان بتلاتے ہیں ، ان دعاؤں کے نتیجہ میں چار سال زندہ رہ کے اس عظیم کام کو مکمل کرتا ہے اور اس خوبصورت انداز سے کہ اپنے آقا کی پسندیدگی اور خوشنودی کا انعام پا جاتا ہے ۔درد سے کراہ رہے ہیں مگر تحریر میں وہی ادبیت ، نغمگی اور لطافت ۔ ہر خط بڑے ہی موزوں شعر سے شروع کرتے ہیں اور آقا کی داد پاتے ہیں ۔ ''آپ کا ہر خط فصیح و بلیغ اور بہت مہذبانہ ہوتا ہے ۔زبان کی شستگی اور طرز تحریر کی شائستگی ایک اعلیٰ پایہ کے ادیب کی غماز ہوتی ہے ۔آپ لفظوں ہی کے نہیں معانی کے بھی 'مداری' نکلے'' ۔جسم کا پور پور درد کر رہا ہے ۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور ۔تکیہ سے سر اٹھانا مشکل مگر ایسے میں بھی حسن مزاح قائم ۔ پیشاب پر قابو نہ پانے پہ کئی ڈائپر بدلنے پڑتے ہیں مگر اس تکلیف دہ صورتحال کو بڑے خوبصورت مزاح میں بدل دیتے ہیں کہ اب معلوم ہوا ہے کہ محاورہ ''پوتڑوں کے امیر'' کا کیا مطلب ہے ۔ بیماری کے غالب ہونے سے انکار کر دیتے ہیں اور حضور سے داد پاتے ہیں ۔ ''آپ کے خط سے ثابت ہوا کہ کینسر کو یہ توفیق نہیں کہ وہ انہیں (فصاحت و بلاغت ،فکر و نظر کی بلند پروزی)، اپنی دراز دستی کا نشانہ بنا سکے'' ۔مزید فرمایا: ''ایک لمبی تکلیف دہ ، پُر عذاب بیماری نے آپ کے دل کے چمن کے بہت سے پھول کملا دئے لیکن فصاحت و بلاغت اور ادب و لطافت کی شاخ نہال پھر بھی ہری رہی ۔آپ کا قلم اب بھی موج خرامِ ناز کی طرح چلتے ہوئے گل کترتا ہے'' ۔ (یہ خراج تحسین تو ہے ڈاکٹر صاحب کے علم و فن کو، مگر حضور کی تحریر کا رنگ بھی دیکھئے ، کتنا خوبصورت ، کتنا شگفتہ ، کتنا ادیبانہ) ۔بہرحال اس کتاب کے توسط سے ہم ملتے ہیں ایک عظیم انسان سے ، احمدیت کے فدائی ، اپنے آقا کے شیدائی ،سراپا محبت ، انتہائی قربانی کرنے والے مجاہد ، ایک بہت بڑے ادیب اور باہمت کارکن سے'' ۔

دعا کی برکت

(محمد یوسف خان)

یہ ۱۹۳۸ء کی بات ہے جب میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں متعلم تھا ۔ ایک دن مَیں شہر کی جانب سے اپنے ہوسٹل تحریک جدید کی طرف آ رہا تھا کہ مَیں نے اخبار ''نور'' اور نور ہسپتال کی درمیانی سڑک پر جناب حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا ۔ اغلباً وہ اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے ۔مَیں نے بڑھ کر مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کی اور عرض کیا کہ مَیں ہائی سکول میں آٹھویں کا طالبعلم ہوں ۔ سالانہ امتحان قریب ہے اور مَیں حساب میں کمزور ہوں ۔ مہربانی فرما کر میری کامیابی کے لئے دعا کریں ۔ وہ مجھے نہیں جانتے تھے مگر انہوں نے کمال شفقت اور نہایت محبت سے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور دعا کرنے کا وعدہ فرمایا ۔مَیں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ادب سے سلام عرض کرنے کے بعد ہوسٹل کی طرف روانہ ہو گیا ۔

کچھ دور چلنے کے بعد مَیں نے اچانک پلٹ کر دیکھا تو حیران و ششدر رہ گیا ۔مَیں نے بزرگ محترم کو اسی مقام پر (جہاں مَیں نے ان سے درخواست دعا کی تھی) دونوں ہاتھ اٹھائے ایستادہ دعا میں مشغول پایا ۔ مولیٰ کریم کے احسان سے مَیں کامیاب ہو گیا ۔ صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ہمیشہ ایسا فضل فرمایا کہ زندگی میں ہر موقعہ پر حساب کے معاملہ میں سرفراز فرمایا ۔تعلیم کے بعد مجھے محکمہ فنانس دفاع میں ملازمت ملی جس میں ان دنوں ہندوؤں کی اجارہ داری تھی ۔مَیں محض تحدیث نعمت کی خاطر بصد عجز و انکسار (جس میں فخر و مباحات کا شائبہ تک نہیں) عرض کر رہا ہوں کہ اکاؤنٹینسی کے اعلیٰ محکمانہ امتحان میں خداوند تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ اپنے ہمعصروں کے مقابلے میں نسبتاً سبقت سے نمایاں کامیابی بخشی ۔ اسی پر ہی بس نہیں رہا بلکہ تعلیمی تشنگی رفع کرنے کے لئے دوران ملازمت گورنمنٹ کالج کوئٹہ کی ایوننگ کلاس میں داخلہ لے کر علم شماریات (Statistic) کے ساتھ اکنامکس میں ایم ۔اے تک تعلیم مکمل کرنے اور کامیاب ہونے کی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے توفیق عطا فرمائی ۔ الحمدللہ ۔ ہر موقع پر مجھے اپنے والد بزرگوار ، محترم محمد یاسین خان صاحب کی دعاؤں کے ساتھ ان بزرگ محترم حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی خصوصی دعا کے ناقابل فراموش واقعہ کی حسین یاد نے دل و دماغ کو خیرہ کیا اور ازدیاد ایمان کا باعث بنا ۔ فالحمدللہ علی ذلک ۔ اللہ تعالیٰ ان محترم بزرگوں کے درجات بلند فرمائے ۔ آمین ثم آمین

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

بیماری اور علاج سے متعلق یاد رکھنے کی باتیں

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’طب تو ظاہری محکمہ ہے ایک اس کے وراء محکمہ پردہ میں ہے۔ جب تک وہاں دستخط نہ ہو کچھ نہیں ہوتا‘‘۔(ملفوظات جلد چہارم،طبع جدید صفحہ ۳۵۳)

’’اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ چند ایک بیماریاں ہی انسان کو لاحق کر دیتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے امراض ہیں جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہردم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پرواہ نہ ہو جائے‘‘۔(ملفوظات جلد سوم، طبع جدید صفحہ ۲۱۷)

’’ہر ایک مرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط ہوتا ہے۔ جب اللہ چاہتا ہے مرض مٹ جاتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم،طبع جدید، صفحہ ۲۹۵)

’’مَیں بہت دعا کرتا ہوں۔ دعا ایسی شئی ہے کہ جن امراض کو اطبا اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم ،طبع جدید،صفحہ ۲۶۵)

’’میرا مذہب بیماریوں کے دعا کے ذریعہ شفا سے متعلق ایسا ہے کہ جتنا میرے دل میں ہے اتنا میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ طبیب ایک حد تک چل کر ٹھہر جاتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے مگر اس کے آگے خدا دعا سے راہ کھول دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم،طبع جدید، صفحہ ۲۹۹)

’’مسلمان اطباء میں کیا عمدہ بات ہے کہ لکھا ہے کہ نبض دیکھنے سے پہلے طبیب یہ پڑھا کرے۔ ﴿سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم﴾ (البقرہ :۳۳) ’’تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں سوا اس کے جو تو نے ہم کو سکھایا تحقیق تو علم اور حکمت والا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم،طبع جدید صفحہ ۲۸۱)

’’مسلمان جب ان علوم کے وارث ہوئے تو انہوں نے ہر امر میں ایک بات بڑھائی......نسخہ لکھنے کے وقت ھو الشافی لکھنا شروع کیا‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم،طبع جدید، صفحہ ۲۹۲)

’’رعایت اسباب ہماری اسلامی شریعت میں منع نہیں ہے۔ کسی شخص نے حضرت رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم دوا کریں ۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں دوا کرو کوئی مرض ایسا نہیں جس کی دوا نہ ہو..........طبیبوں اور ڈاکٹروں کو چاہئے کہ متقی بن جاویں ۔ دوا بھی کریں اور دعا بھی۔ تنہائی میں بہت بہت دعائیں مانگیں‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم،طبع جدید، صفحہ ۱۶۵)

طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے لیکن یاد رکھو موثر حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے ۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہو سکتا ہے ۔ بیماری کے وقت چاہئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلا دیتا ہے۔ اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتلا دیتا ہے یہ اس کا فضل ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم، طبع جدید، صفحہ ۲۹۵)

****

بقیہ:الہام کلام اس کا از صفحہ نمبر ۴

دستخط کر کے مجھے بھیجی کلام طاہرؔ
آپ جیسا کوئی دلدار نہ دیکھا نہ سنا
اپنے عشاق سے یہ پیار نہ دیکھا نہ سنا
لطف اور ایسا طرحدار نہ دیکھا نہ سنا

......☆......☆......☆......

کلام طاہرؔ کی تیاری کے مہ و سال میری زندگی کا سنہری دور تھا۔ گُل تو ہوتے ہی حسین ہیں ’خار‘ بھی بہت حسین تھے۔ حضور انور کی خدمت میں خط لکھنا:

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ

والا معاملہ نہیں ہوتا۔ جان و ایمان ہتھیلی پر رکھا ہوتا ہے۔ آپ کی طرف سے جواب موصول ہوتا تو ہر دفعہ یہ سوچ کر کھولتی کہ لکھا ہو گا۔

’’عزیزہ ! اگر مبلغِ علم کی کوتاہ قامتی کا یہ عالم ہے تو زحمت نہ ہی کریں جزاکم اللہ‘‘۔ مگر آپ نے بڑے تحمل و برداشت بلکہ صبر سے میری کوتاہیوں سے صرف نظر فرمایا۔ اور سمجھا سمجھا کر حوصلہ بڑھاتے رہے۔ میری جھولی میں ایسے لعل و جواہر بھی ہیں جن پر مجھے بجا طور پر عاجزانہ فخر ہے۔ یہ بھی کلیۃً آپ کا حسنِ نظر ہے۔

’ظہور خیر الانبیاء‘ ۱۹۹۳ء کے جلسہ سالانہ لندن اور پھر جرمنی میں پڑھی گئی۔ کچھ ترامیم و اضافے کے بعد اس کا حسن دوبالا ہو گیا تھا۔ مَیں نے حضور انور کی خدمت میں نظم سن کر اپنے تأثرات لکھے۔ مَیں نے تو کیا لکھا ہو گا ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مگر آپ کا مکتوب آپ کے حسن و احسان کا مرقع ہے۔

’’آپ کی طرف سے لجنہ امریکہ سے خطاب کا اردو ترجمہ اور میرے کلام کا کتابت شدہ مسودہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔ اپنے خط میں آپ نے نعت ’’ظہور خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم‘‘ کے حوالے سے جو تبصرہ کیا ہے اس میں دو باتیں قابل غور ہیں۔

ایک تو یہ کہ ماشاء اللہ بہت ہی خوبصورت زبان میں تبصرہ کیا ہے اور جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ بھی بہت لطیف ہیں۔ اور یہ بھی بالکل درست ہے کہ اس نظم پر محض آپ کی یاد ہی نہیں آئی بلکہ جذبۂ احسان کے ساتھ یاد آتی رہی۔ کیونکہ اس کے بہت سے شعر ایسے تھے جن کے متعلق مجھے خیال تھا کہ اصلاح کے محتاج ہیں لیکن وقت نہیں ملتا تھا آپ نے درست طور پر ان کی نشان دہی کی اور اصلاح کروا کے چھوڑی ورنہ مَیں کئی سال سے اسے ٹال رہا تھا اس لئے یہ نعت اور اس کے علاوہ کئی اور نظموں پر آپ کی توجہ کے نتیجہ میں جو وقت نکالا ہے یہ مواقع ہمیشہ جذبۂ احسان کے ساتھ آپ کی یاد دلاتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ ‘‘۔(مکتوب ۲۲؍اکتوبر ۱۹۹۳ء)

......☆......☆......☆......

رکھتی نہیں ترتیب سے یادیں کبھی لیکن
باندھا ہے ترے نام کا اِک باب علیحدہ

میرے اس علیحدہ باب میں الگ باندھ کے رکھا ہوا ایک مکتوب مجھے بے حد عزیز ہے ۔اس میں پیارے آقا کی شخصیت کے کئی روپ کھلتے ہیں۔ دست مبارک سے تحریر فرمایا:

۹۰ ـ ۹ ـ ۲۹

عزیزہ مکرمہ امتہ الباری ناصرؔ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جلسہ پر پڑھی جانے والی نظموں کے متعلق محبت بھرے رنگا رنگ خطوط ملتے ہیں لیکن سب پر محبت کا رنگ غالب رہتا ہے اس لئے پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا کہ کسی نے متوازن تنقیدی نظر سے بھی جائزہ لیا یا نہیں۔ کبھی کبھی سلسلہ کے بعض چوٹی کے شعراء اور ادیب بھی جب اپنی پسند کا اظہار کرتے ہیں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ تعریف تو سچی کر رہے ہیں لیکن خامیوں کے متعلق صرفِ نظر کر جاتے ہیں۔

آپ کا آج کا خط مستثنیٰ ہے۔ پہلی بات تو یہ نمایاں ہے کہ تمام تر سچ ہے اور سچ کے سوا کچھ نہیں۔ جہاں کچھ اصلاح کی گنجائش دیکھی وہ بڑے ملائم دلپسند الفاظ میں تجویز کر دی۔ انکسار کی آمیزش نے ان الفاظ کو اور بھی شائستہ بنا دیا۔

دوسری نمایاں بات یہ ہے کہ آپ کے تبصرہ میں بھنورے کا سا رنگ پایا جاتا ہے۔ دور ہی سے دیکھا اور سونگھا نہیں بلکہ بھنورے کی طرح ہر شعر کے دل میں ڈوب کر پردوں میں لپٹی ہوئی روح سے شناسائی کے بعد لب کشائی کی ہے۔ یہ تو مَیں نہیں کہتا کہ میرے دل کی سب باتوں تک آپ اتر گئیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ بند کواڑوں والے گھر کو راستہ چلتے ٹھہر کر نہیں دیکھا بلکہ کواڑ کھول کر اندر سے بھی جائزہ لیا ۔

ایک اور بات یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ کواڑ کھلوائے نہیں خود کھولے ہیں یعنی آپ کی اپنی چابی ہی سے تالے کھل گئے۔

جہاں تک اصلاح کے اشاروں کا تعلق ہے ذوق لطافت سے تو انکار نہیں لیکن میری سوچیں جن راہوں سے گزر چکی ہیں ان کا آپ کو علم نہیں۔

ہم نے کوئلہ کوئلہ اپنا دل......

میں یہ امر مانع تھا کہ اوّل اس طرح ایک ایک کر کے کوئلے کے بعد دوسرے کوئلے کا تصور ابھرتا ہے جبکہ موجودہ جگہ پر کوئلہ کی تکرار پہلے ہی سے جل جل کر کوئلہ ہوئے ہوئے دل کا تصور پیش کرتی ہے۔ آنچل لہرانے یا بکھرانے میں یہ روک پیش نظر تھی کہ دو تین شعر جو اس غزل میں پڑھے نہیں گئے اُن میں ایک آنچل لہرانے والا شعر بھی تھا۔ دوسرے یہ نہ بھی ہوتا تو شفق کے چہرے پر آنچل لہرانے یا بکھرانے کی بجائے گیسو بکھرانے کا مضمون زیادہ برمحل معلوم ہوتا ہے۔ آنچل سے یا پلّو سے چہرہ چھپایا تو جاتا ہے چہرے پر آنچل لہرایا یا بکھرایا نہیں جاتا ۔ جو شعر پڑھے نہیں گئے ان میں سے جو یاد ہیں وہ لکھ دیتا ہوں ۔

خالق کی طرح پربت بھی ایک نئی شان ہر آن بدلتا ہے
موسم کے رقص و سرود نے جلووں کا دربار لگایا ہے
چمپئی کاسنی اودے پیلے پھول کھلے ہیں
بہکی بہکی مست ہواؤں نے آنچل لہکایا ہے
دور افق پر اور ہی رُت ہے چھائی ہے گھنگھور گھٹا
بادل نے، بجلی نے، گرج نے ایک کہرام مچایا ہے

اس طرح کے سچے اچھے خط آپ بے شک، بے جھجک لکھا کریں۔ ایسے خطوں سے چلتے چلتے، رکے بغیر ستانے کے سامان ہو جاتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔

آپ کی لجنہ کی مصروفیات کی رپورٹ دل سے دعائیں لُوٹتی ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

......☆......☆......☆......

وہ کرتے ہیں احساں پہ احساں ہمیشہ وراثت میں پائی ہے شان کریمی
ہیں مرد خدا میں خدا کی ادائیں وگرنہ مَیں کیا میری ہستی ہی کیا ہے
غنیمت ہے ناچیز ذرّوں کی خاطر شغف میرے سورج کا شعر و ادب میں
ہے سایہ فگن آسماں معرفت کا زمیں پہ بہت روپ آیا ہوا ہے
مَیں لاؤں کہاں سے وہ الفاظ جن میں ادا کر سکوں شکریہ جیسا حق ہے
بہے جا رہے ہیں تشکر کے آنسو مرا پگلا دل آج پگھلا ہوا ہے
بڑی عاجزی سے مَیں سر کو جھکائے خدا سے یہی اک دعا مانگتی ہوں
میرے آقا کی ساری دعائیں ہوں پوری، علاوہ ازیں چاہئے اور کیا ہے

جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۰۳ء

امسال جلسہ سالانہ۔ یوکے انشاء اللہ ۲۵؍، ۲۶؍اور ۲۷؍جولائی ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہو گا۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ہیتھرو ائرپورٹ سے حسب معمول ٹرانسپورٹ کا انتظام ہو گا۔ تاہم یورپین ممالک سے جو مہمان ’’سینڈسٹڈ‘‘ ائرپورٹ پر آنے کا ارادہ رکھتے ہوں ان کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ ائرپورٹ پر استقبالیہ کارکنان تو موجود ہوں گے مگر مہمانوں کو اپنی ٹرانسپورٹ کا انتظام خود کرنا ہو گا۔

مزید معلومات کے لئے جلسہ سالانہ کے لئے شائع کردہ کتابچہ سے تفصیلات حاصل کی جا سکتی ہیں یا دفتر افسر جلسہ سالانہ سے رابطہ کیا جا سکتا ہے جس کے ٹیلی فون نمبر درج ذیل ہیں:

Tel: (44) (0) 20 8687 7813 + (44) (0) 20 8687 7814 +
(44) (0) 20 8687 7881

(افسر جلسہ سالانہ۔ برطانیہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

پہلا غلافِ کعبہ

ماہنامہ "انصاراللہ" ربوہ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں مکرم پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب کے قلم سے غلافِ کعبہ کا تاریخی حوالہ سے جائزہ لیا گیا ہے۔

اہل مکہ نے جب اخروی زندگی کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃالدخان میں اُن کے خیال کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا: "کیا وہ اچھے ہیں یا تُبَّعْ کی قوم۔ اور وہ لوگ جو تُبَّعْ سے پہلے تھے، ہم نے ان سب کو ہلاک کردیا، وہ لوگ یقیناً مجرم تھے"۔

ان آیات کے مطابق تُبَّعْ کی قوم ایک زبردست قوم تھی۔ اس قوم کا تعارف یہ ہے کہ عرب کے جزیرہ میں جنوب مغرب میں بحیرہ احمر کے ساحل کے ساتھ یمن واقع ہے جہاں ۱۱۵ق م تا ۵۲۵ء (یعنی ۶۴۰ سال) تک قوم سبا کی شاخ حِمْیَر خاندان کی حکومت قائم تھی۔ حمیر سبا کا بیٹا تھا۔ آہستہ آہستہ انہوں نے باقی قومِ سبا پر بھی غلبہ حاصل کرلیا۔ پھر حضرموت کا علاقہ بھی ان کے زیرنگین آگیا۔ ۲۷۵ء سے حمیر خاندان کے بادشاہوں نے لقب تُبَّعْ اختیار کرلیا۔ ایک تُبَّعْ کا نام اسعد ابوکرب تھا جس نے ۳۸۵ء سے ۴۲۰ء یعنی ۳۵ سال حکومت کی۔ یہ اپنی قوم کا سب سے طاقتور بادشاہ تھا۔ اس نے آذربائیجان پر حملہ کرکے ترکوں کو شکست دی، اس کے دو بیٹوں نے روم و فارس کی طرف پیشقدمی کی، شاہ فارس کیقباد کو شکست دی، شاہ سمرقند مقابلہ میں مارا گیا۔ اس کے دو جرنیل چین گئے اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت لے کر لوٹے۔ ہندوستان کے راجوں نے خوفزدہ ہوکر صلح کرلی۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ آخر پر روما پر لشکرکشی کی لیکن طاعون کی وبا سے اس کی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ باقی کسر اہل روم نے نکال دی اور بادشاہ بمشکل جان بچا کر واپس لوٹا۔

تُبَّعْ اسعد اور اُس کی قوم حمیر بت پرست تھے۔ ایک دفعہ وہ ایک مہم سے یمن کی طرف واپس آرہا تھا۔ راستہ میں مکہ پڑتا تھا۔ بنوھذیل کے کچھ لوگ اُس سے ملے اور بادشاہ کو بتایا کہ مکہ میں ہیرے جواہرات کا خزانہ ہے جو بادشاہ چاہے تو لُوٹ سکتا ہے۔ بادشاہ دو یہودی علماء اپنے ساتھ رکھتا تھا اور اُن کی نیکی اور اصابت رائے سے متأثر تھا۔ بادشاہ کے مشورہ مانگنے پر علماء نے کہا کہ یہ لوگ بادشاہ اور اس کے لشکر کی ہلاکت کے آرزومند ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق زمین میں یہ اللہ کا گھر ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ وہی کرنا جو وہاں کے رہنے والے کرتے ہیں، اس گھر کا طواف کرنا، اس کی تکریم کرنا، اپنا سر منڈھوانا اور عاجزی اختیار کرنا۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ میرے مقصد کے خلاف تم نے کیوں رائے دی؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! وہ جگہ ہمارے باپ ابراہیمؑ کا گھر ہے لیکن وہاں کے مکینوں نے اس میں بت نصب کررکھے ہیں اور اس کے گرد خون ریزی کرتے ہیں۔ وہ مشرک اور نجس لوگ ہیں۔ بادشاہ پر علماء کی باتوں کا بہت اثر ہوا اور اُس نے بنوھذیل کے اُن لوگوں کو بلاکر اُن کے ہاتھ پاؤں کٹوادیئے۔

پھر بادشاہ مکہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کیا، قربانی کی، سر منڈھوایا اور دس یا چھ روز قیام کیا۔ اس دوران وہ مسلسل جانور ذبح کرکے لوگوں کو کھلاتا رہا اور پینے کے لئے شہد مہیا کرتا رہا۔ اس دوران اُس نے خواب میں دیکھا کہ وہ بیت اللہ کو لباس پہنا رہا ہے۔ چنانچہ خواب کے مطابق اُس نے خصف (موٹے کپڑے) کا غلاف پیش کیا۔ پھر اُس نے دوبارہ یہی خواب دیکھا کہ پہلے سے عمدہ کپڑے کا غلاف چڑھا رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے مغافر کا غلاف چڑھایا۔ تیسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو ملاء اور وصائل (قیمتی یمنی دھاری دار کپڑے) کا غلاف چڑھایا اور اپنے ماتحت بنوجرھم کے والیوں کو تاکید کی وہ اس گھر کو پاک و صاف رکھیں نہ اس کے قریب خون ریزی کریں اور نہ مُردے دفن کریں اور نہ کوئی حائضہ اس کے قریب آئے۔ پھر اُس نے بیت اللہ کا دروازہ بھی نصب کیا اور چابی لگائی۔

کعبہ سے فارغ ہوکر تُبَّعْ اپنے لشکر اور دونوں علماء سمیت واپس یمن چلا گیا اور وہاں اپنی قوم کو اس نئے دینِ توحید (یہودیت) کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ ایک روایت کے مطابق اُس کا رویہ دیکھ کر قوم نے اُسے یمن میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا کہ تُو بے دین ہوچکا ہے۔ تُبَّعْ نے اُنہیں سمجھایا کہ یہ دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا فیصلہ ہم آگ سے کروائیں گے۔ یہ اُس کی قوم کا اعتقاد تھا کہ آگ ظالم کو بھسم کردیتی ہے۔

چنانچہ تُبَّعْ کی قوم اپنے معبود لے کر نکلی اور دونوں یہودی علماء بھی مذہبی صحیفے گردنوں میں حمائل کرکے نکلے۔ پھر وہاں آگ بھڑکائی گئی تو بت پرست وہاں سے خوفزدہ ہوکر بھاگنے لگے۔ آگ نے اُن کے بتوں کو بھسم کردیا۔ دونوں احبار صحیفوں سمیت آگ سے سلامت باہر نکل آئے۔ اُن کے چہرے پسینہ سے شرابور تھے۔ یہ دیکھ کر حمیر قوم نے احبار کے ہاتھ پر یہودیت قبول کرلی اور وہ ایک مؤحد قوم بن گئے۔

محترم حکیم عبدالعزیز صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۵؍اکتوبر ۲۰۰۲ء میں مکرم حکیم قاضی نذر محمد صاحب اپنے والد محترم حکیم عبدالعزیز صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ۱۹۱۱ء میں حافظ آباد کے نزدیک پیرکوٹ ثانی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں ایک خواب کی بنا پر حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اُس وقت آپ چک چٹھہ کے ایک حکیم صاحب سے طبّ کی تعلیم حاصل کررہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے آپ کو شاگردی سے فارغ کردیا اور مخالفت شروع کردی۔ ۱۹۳۴ء میں آپ نے خود ہی معمولی طبابت کا کام شروع کردیا۔

۱۹۴۲ء میں آپ نے حافظ آباد- گوجرانوالہ روڈ پر دو مرلہ زمین خرید کر کچی احمدیہ مسجد تعمیر کردی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا تھا کہ تیری امداد کے لئے باہر سے لوگ آئیں گے۔ اس وقت تیس کے قریب احمدی گھرانے چک چٹھہ میں آباد ہیں جن میں سے اکثریت باہر سے آکر وہاں آباد ہوئے ہیں۔ وہی احمدیہ مسجد اب دو منزلہ ہے اور دس مرلہ زمین پر بنائی گئی ہے۔ محترم حکیم صاحب تاحیات جماعت چک چٹھہ کے صدر رہے۔

آپ بڑے ملنسار، مہمان نواز اور پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔ آپ بہادر بھی بہت تھے اور فسادات کے زمانہ میں کبھی خوف کو قریب نہیں آنے دیا۔ باوجود مخالفت کے لوگ آپ کی عزت کرتے تھے، مشورہ لیا کرتے اور کئی اہم ذاتی کام آپ کے سپرد کردیتے تھے۔ آپ کے تقویٰ سے متأثر ہوکر گاؤں کے ایک شخص نے کچھ اراضی آپ کے نام منتقل کروادی۔ کچھ عرصہ بعد اصرار کرکے آپ نے اُسے وہ زمین واپس کردی۔

آپ نے ۸؍دسمبر ۱۹۸۸ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

مولدووا (Moldowa)

مولدووا - شمال مشرقی یورپ میں یوکرائن اور رومانیہ کے درمیان ۳۳۷۰۰ مربع کلومیٹر رقبہ پر پھیلا ہوا ایک خوبصورت اور زرخیز ملک ہے جس کی آبادی قریباً ۴۵ لاکھ ہے۔ سولہویں صدی سے کبھی سلطنت عثمانیہ، کبھی آسٹریا، پھر روس اور رومانیہ کی غلامی کرتا ہوا یہ ملک ۲۷؍اگست ۱۹۹۱ء میں روس کے ٹوٹنے پر آزاد ہوا لیکن نظام حکومت اور صدر اب بھی کمیونسٹ ہے اور پوری طرح پولیس اسٹیٹ ہے۔

ملک کا دارالحکومت کشناؤ ہے اور پورے ملک کی ایک تہائی آبادی اسی شہر میں رہتی ہے۔ یہ شہر اونچی اونچی بلڈنگوں کے فلیٹ، بجلی سے چلنے والی بسوں، ویگنوں اور ٹیکسیوں سے اٹا پڑا ہے۔ ملک کی دو تہائی آبادی رومانین نژاد اور باقی روسی، یوکرائن اور ترکوں کے قبیلہ گاؤس پر مشتمل ہے۔ ترکوں کا یہ واحد قبیلہ ہے جو مسلمان نہیں ہوا لیکن خود کو ترک روایات کا امین اور اتاترک کو ہیرو سمجھتا ہے۔ ملک کا مذہب آرتھوڈاکس (بنیاد پرست) عیسائیت ہے۔ یہاں کے یہودیوں کی اکثریت اسرائیل منتقل ہوچکی ہے۔

ملک میں غربت اور بے روزگاری بہت زیادہ ہے، تنخواہیں بہت کم، بالائی آمدنی جتنی چاہو، شرح خواندگی بہت اعلیٰ یعنی ۹۶ فیصد ہے اور یونیورسٹی کی سطح پر تعلیم کا اوسط تمام یورپ سے آگے ہے شاید اس کی وجہ مفت تعلیم اور کام کا نہ ملنا بھی ہے۔ یہاں کی ULM یونیورسٹی دنیا بھر میں کمپیوٹر انجینئرنگ کے لئے مشہور ہے۔ بنیادی طور پر زرعی ملک ہے اور دنیا کا بہترین سورج مکھی یہاں پیدا ہوتا ہے۔ سردیوں میں موسم منفی ۳۰ سنٹی گریڈ تک اور گرمیوں میں ۴۰ سنٹی گریڈ تک چلا جاتا ہے۔

روس نے افغانستان میں لڑنے کے لئے جو فوج بھجوائی تھی، وہ اسی بدقسمت ملک سے تعلق رکھتی تھی۔ اُس فوج کی ہلاکت کی وجہ سے یہاں مردوں اور عورتوں کا تناسب ایک اور چھ کا ہے لیکن ملک میں فحاشی نہیں ہے۔

یہاں ایک جگہ ایسی ہے جہاں اگر آپ اپنی کار یا ٹرک وغیرہ کھڑا کریں اور اُس کا رُخ ایک خاص سمت کی طرف ہو تو وہ خود بخود کھسکنے لگے گی۔ یہ راز ابھی سائنسدانوں کی سمجھ میں نہیں آسکا۔ تاہم جرمن سائنسدانوں کی ایک ٹیم کا خیال ہے کہ زیرزمین بہت گہرائی میں کوئی دریا بہہ رہا ہے جس کی رگڑ سے مقناطیسی کشش پیدا ہوتی ہے۔

مولدووا کے بارہ میں یہ معلوماتی مضمون مکرم منور احمد خالد صاحب کے قلم سے ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" ربوہ نومبر ۲۰۰۲ء کی زینت ہے۔

محترم میاں محمد صدیق بانی صاحب

محترم میاں محمد صدیق بانی صاحب کا ذکر خیر ہفت روزہ "الفضل انٹرنیشنل" ۱۳؍اکتوبر ۱۹۹۵ء، ۲؍فروری ۱۹۹۶ء اور ۲۲؍نومبر ۲۰۰۲ء کے اسی کالم میں قبل ازیں کیا جاچکا ہے۔ ایک تفصیلی مضمون آپ کے بیٹے مکرم شریف احمد بانی صاحب کے قلم سے روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۵؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں بھی شامل اشاعت ہے۔

محترم بانی صاحب کو اپنے والد کی اچانک

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۰؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت مکرم ڈاکٹر محمود الحسن صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

پہلو میں مرے دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
یا نزدِ رگِ جان کوئی بول رہا ہے
خاموش نہیں ، آج بھی جو بول رہا ہے
وہ میرا خدا ، میرا خدا ، میرا خدا ہے
اس شعر میں کیا میرا ہے ، جو مَیں نے کہا ہے
حرف اُن کے ، قلم اُن کا ، دماغ اُن کی عطا ہے

وفات کی وجہ سے چھوٹی عمر میں ہی کلکتہ جانا پڑا جہاں کئی برس تک آپ ملازمت اور محنت مزدوری کرتے رہے۔ پھر آٹو پارٹس کا ذاتی کاروبار شروع کیا۔ مشرقی ہندوستان میں یہ کاروبار شروع کرنے والے آپ پہلے مسلمان تھے۔ آپ کی امانت اور دیانتداری نے جلد ہی علاقہ بھر میں آپ کی ساکھ قائم کردی اور ہر مذہب والے آپ کے خریداروں میں شامل ہوگئے۔

خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنے میں آپ صف اوّل کے مجاہد تھے۔ مسجد مبارک قادیان میں ایک بار حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے لئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے تفسیر کبیر کی اشاعت کے لئے چھ ہزار روپے کی رقم پیش کی ہے۔ ۱۹۴۴ء میں کلکتہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے آپ کا وعدہ سب سے زیادہ (۲۵ ہزار روپے) تھا۔

قرآن کریم سے آپ کو عشق تھا اور آپ نے آخری چار پارے بھی حفظ کئے ہوئے تھے۔ قادیان کے درویشوں اور اُن کے اہل خانہ کے لئے ہر سال چار ماہ کی گندم کا انتظام آپ نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ قادیان کے تمام احمدیہ سکولوں اور مدرسوں کے لئے فرنیچر کے انتظام کے علاوہ پنکھے بھی آپ نے مہیا کئے۔ بہشتی مقبرہ میں روشنی کا انتظام کروایا، خواتین کے لئے کھیلوں کا پارک بنوایا، لنگر خانہ قادیان کی ساری عمارت کا خرچ ادا کیا۔ دو سال تک کی عمر کے تمام بچوں کے دودھ اور جوان ہونے والی بچیوں کے برقعوں کا انتظام بھی آپ ازخود کیا کرتے تھے، بیماروں کے لئے ایک کثیر رقم ہر سال قادیان بھجواتے۔ منارۃ المسیح کی سفیدی کے لئے گرانقدر عطیہ پیش کیا۔ تقسیم ہند کے بعد قادیان کی زمین کو حکومت سے اڑہائی لاکھ روپے میں حاصل کیا گیا۔ اس وقت بہشتی مقبرہ اور اس سے ملحقہ جائیداد کی ساری قیمت آپ نے ادا کی۔ اسی طرح مسجد اقصیٰ ربوہ کے علاوہ چنیوٹ اور کلکتہ کی مساجد کی تعمیر میں نمایاں خدمت کی توفیق پائی۔

آپ ایک لمبے عرصہ تک جماعت کلکتہ میں قاضی بھی رہے۔ چنیوٹ برادری کے اکثر غیر از جماعت بھی اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کروانے کے لئے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اعلیٰ قوت فیصلہ سے نوازا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد کئی احمدیوں کو اُن کے دفاتر تک پہنچانے کے لئے اپنی کار پیش کردیتے۔ اگر کبھی لوگ زیادہ ہو جاتے تو اپنی کار پر اُن کو بھیج دیتے اور خود اپنے بیٹوں کے ساتھ ٹیکسی میں چلے جاتے۔

آپ جوانی سے ہی حقہ پیتے تھے۔ دکان پر ایک ملازم صرف حقہ تازہ کرنے پر مامور تھا۔ جب آپ کی نظر سے یہ مضمون گزرا کہ حضرت مسیح موعودؑ تمباکو نوشی پسند نہیں فرماتے تھے تو آپ نے اپنی چالیس پچاس سالہ عادت یکلخت ترک کردی۔

ایک ہوٹل والے کو رقم ادا کرکے آپ بہت سے ٹوکن لے لیا کرتے تھے اور سوال کرنے والے کو ٹوکن دے کر کہتے کہ اُس ہوٹل سے کھانا کھالو۔

بعض دفعہ تربیت کی خاطر بچوں کو ڈانٹتے لیکن اگر کوئی اس وقت ملنے آجاتا تو پھر کبھی نہ ڈانٹتے بلکہ بچہ کی کسی خوبی کو بیان کرتے۔ اگر کبھی کوئی یتیم بچہ آجاتا تو اُس کے سامنے کبھی اپنے بچوں کو پیار نہ کرتے تاکہ وہ اپنے باپ کی کمی محسوس نہ کرے۔ ۱۹۷۴ء میں ربوہ میں پناہ گزین ہونے والے احمدیوں کیلئے گرانقدر رقم ربوہ بھجوائی۔

جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے اور ڈاکٹر جواب دے چکے تھے، ایسے میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ ارشاد سنا کہ احمدی ۲۵/ دسمبر ۱۹۷۴ کو عید الاضحیہ کے موقع پر ربوہ پہنچ کر قربانیاں کریں۔ یہ ارشاد سن کر آپ نے ربوہ جانے کی تیاری کرنے کا ارشاد فرمایا۔ لیکن ۲۰/ دسمبر کو ہی آپ کی وفات ہوگئی۔

آپ نے آخری وصیت میں اپنی اولاد سے فرمایا کہ ”سب سے بڑی دولت جو مَیں تمہارے لئے چھوڑے جارہا ہوں وہ احمدیت ہے، دل و جان سے اس کی حفاظت کرنا“۔

مکرم محمد لبّے اسماعیل صاحب

ریکارڈ کے مطابق سری لنکا (سیلون) میں پہلی بار جس نے احمدیت میں دلچسپی لی وہ علم دوست اور بارسوخ شخصیت عبدالعزیز صاحب کی تھی جو زاہرہ کالج کولمبو کے بانی تھے۔ اُن کو ”ریویو آف ریلیجنز“ سے احمدیت کا تعارف حاصل ہوا اور انہوں نے ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ پھر دعوت الی اللہ کی خاطر کئی مضامین لکھے۔ جب حضرت صوفی غلام محمد صاحب قادیان سے ماریشس کے لئے روانہ ہوئے تو ۱۴/ مارچ ۱۹۱۵ء کولمبو کی بندرگاہ پر بھی اُترے جہاں سے انہیں جہاز تبدیل کرنا تھا۔ ان کا قیام لمبا ہوتا گیا اور اس طرح حضرت صوفی صاحب کو دعوت الی اللہ کا بھرپور موقع مل گیا اور سیلون میں چالیس مخلصین کی جماعت قائم ہوگئی۔

سری لنکا میں بدھ مت اور ہندو مت کے بعد اسلام تیسرا بڑا مذہب ہے۔ مسلمانوں میں سے قدیم ترین آبادکار وہ ہیں جو عرب ممالک سے تجارت کی غرض سے آئے اور اُن میں سے بعض یہیں رہ گئے۔ یہ زیادہ تر Moors کہلاتے ہیں۔ انہی مورز میں سے ایک مکرم محمد اسماعیل لبّے صاحب تھے جن کا ذکر خیر روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۴/ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں مکرم مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

آپ کے والد کا نام محمد لبے مریکار اور دادا کا نام قاسم تھا۔ ۱۹۲۵ء میں سری لنکا کے شہر کلوترا میں پیدا ہوئے۔ تعلیم صرف پرائمری تک حاصل کی اور پھر محنت مزدوری کرتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں احمدیت قبول کی تو گھر والوں نے بہت مخالفت کی۔ اپنی فیملی میں صرف آپ ہی نے احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اسی دوران آپ نے کشف میں ایک بزرگ کو دیکھا جن کے قریب آنے سے آپ کے غم مسرت میں بدل گئے۔ بعد میں آپ نے ایک رسالہ میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی تصویر دیکھی تو پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں لیکن لباس مختلف تھا۔ پھر ۱۹۸۳ء میں جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے آسٹریلیا کے دورہ سے واپسی پر کولمبو میں قیام فرما ہوئے تو اُسی لباس کو زیب تن فرمائے ہوئے تھے جو مکرم لبّے صاحب نے کشف میں دیکھا تھا۔

آپ بہت دعاگو، عبادت گزار اور مخلص بزرگ تھے، نرم طبع اور دلنواز شخصیت کے مالک تھے۔ آواز بہت بلند اور سریلی تھی۔ اگست ۱۹۹۹ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

کنگسٹن سے شکاگو تک

ماہنامہ ”خالد“ ستمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم محمد زکریا ورک صاحب نے اپنے ایک سفر کی داستان بیان کی ہے۔ اس میں شکاگو کے اسٹرانومی میوزیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا افتتاح ۱۹۳۰ء میں ہوا تھا اور یہ امریکہ کا سب سے پہلا Planetarium تھا۔ یہاں ایک اسلامی سیکشن بھی ہے۔ ایک سیکشن میں اصطرلاب رکھے گئے ہیں۔ اصطرلاب پرانے زمانہ کا کمپیوٹر تھا جس کے ذریعہ حسب ذیل کام کئے جاسکتے تھے: راستہ تلاش کرنا، عمارت کی اونچائی معلوم کرنا، رات یا دن کا وقت معلوم کرنا، رات کو ستاروں کی پوزیشن معلوم کرنا، کسی بھی خطہ کا سورج کے طلوع اور غروب کا وقت معلوم کرنا، کسی بھی جگہ سے مکہ کی صحیح سمت معلوم کرنا، اسٹرالوجی کے چارٹ تیار کرنا۔ میوزیم میں ۱۳۱/ اصطرلاب ہیں۔ ان میں سے ایک سپین میں محمد ابن یوسف ابن حاتم نے ۱۲۴۰ء میں تیار کیا تھا جبکہ ایک لاہور کے باشندے ضیاءالدین محمد نے ۱۶۴۷ء میں تیار کیا تھا۔

میوزیم کے ایک حصہ میں نادر کتب کا ذخیرہ ہے جس میں دو ہزار کے قریب کتب ہیں ان میں ۱۲ کتب ۱۵۰۰ء سے قبل شائع ہوئی تھیں۔

امریکی ریاست ایلی نائس (Illinois) کا شہر سپرنگ فیلڈ اس لئے مشہور ہے کہ امریکی صدر ابراہام لنکن نے ۲۵ سال کا عرصہ یہاں گزارا۔ وہ ۱۸۳۴ء سے ۱۸۴۲ء تک ریاستی اسمبلی کے ممبر رہے، امریکی سینیٹ کے انتخاب میں حصہ لیا لیکن کامیاب نہ ہوسکے لیکن پھر سپرنگ فیلڈ سے ہی ۱۸۴۶ء میں کانگریس کے رکن منتخب ہوئے۔ انہوں نے کئی سال تک یہاں کامیاب وکالت کی۔ یہیں سے وہ امریکہ کے ۱۶ویں صدر منتخب ہوکر واشنگٹن گئے اور وفات کے بعد یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ لنکن کی کئی یادگاریں اس شہر میں محفوظ ہیں۔ ایک چرچ میں وہ بنچ بھی محفوظ ہے جس پر لنکن اپنی بیوی اور تین بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور یہیں ۳۰/ اگست ۱۸۵۶ء کو انہوں نے کالونائزیشن کے موضوع پر خطاب کیا تھا۔ یہ اس دَور کی تحریک تھی جس کا مقصد امریکی غلاموں کو خریدنا اور انہیں آزاد کرنا تھا۔

۱۸۶۰ء میں ریپبلیکن پارٹی نے مسٹر لنکن کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا تھا۔ اُس وقت تک انہوں نے داڑھی نہ رکھی تھی۔ پھر ایک بارہ سالہ لڑکی کے خط میں مشورہ دینے پر انہوں نے داڑھی رکھ لی اور یوں وہ امریکہ کے پہلے باریش صدر تھے۔ اُن کی رہائش گاہ میں اُن کی متعدد اشیاء محفوظ ہیں۔

لنکن رات کو بہت کم سوتے تھے۔ اُن کا قد چھ فٹ چار انچ تھا اس لئے اُن کا بستر کافی بڑا تھا۔ اُن کے گھر میں میاں بیوی کا علیحدہ علیحدہ کمرہ تھا اور یہ Status کی نشانی تھی۔ مسٹر لنکن گائے کا دودھ خود مہیا کرتے اور جلانے کے لئے لکڑیاں بھی خود لاتے۔ اُن کا ایک بیٹا چار سال کی عمر میں، دوسرا بارہ سال جبکہ تیسرا اٹھارہ سال کی عمر میں وفات پاگیا۔ صرف ایک بیٹے نے لمبی عمر پائی اور وہ کامیاب وکیل اور وفاقی وزیر بھی رہا۔

امریکہ کا صدر منتخب ہونے کے بعد لنکن نے اپنا گھر کرایہ پر دیدیا تھا۔ لیکن وہ واپس اس مکان میں دوبارہ نہیں آسکے۔ ۴/ مئی ۱۸۶۵ء کو اُن کا جنازہ یہاں پہنچا اور اُن کے گھر سے چار کلو میٹر دُور واقع ایک قبرستان میں تدفین ہوئی۔ اُن کا پہلا مزار ۱۸۶۹ء میں تعمیر کیا گیا جس کا مخروطی مینار ۱۱۷/ فٹ اونچا ہے۔ اصل قبر دس فٹ نیچے ہے اور لنکن کی لاش سٹیل اور کنکریٹ والٹ (Wallet) کے اندر محفوظ ہے۔ لنکن کی وفات کے گیارہ سال بعد چوروں نے نقب لگاکر ان کی لاش چوری کرنے کی کوشش کی۔ اس واقعہ کے بعد لاش کو نامعلوم جگہ چھپادیا گیا اور لوگ خالی مقبرہ کی زیارت کرتے رہے۔ پھر نیا مقبرہ ۱۹۰۰ء میں تعمیر کیا گیا اور لاش پوری حفاظت کے اہتمام کے ساتھ یہاں لائی گئی۔

لنکن کا ہی یہ قول تھا:

Government of the people, by the people, for the people shall not perish.

لنکن پر فورڈ تھیٹر گیٹس برگ میں قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ یہ شہر واشنگٹن سے تین گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ تھیٹر کے اندر بعد میں میوزیم قائم کیا گیا جہاں وہ گولی اور گن بھی رکھی گئی ہے جس سے لنکن کو قتل کیا گیا۔ خون آلود تکیہ وہاں رکھا گیا ہے۔ ۱۵/ اپریل ۱۸۶۵ء کے اخبارات بھی محفوظ ہیں۔ لنکن کے گھر کی سیر آپ انٹرنیٹ کی اس سائٹ پر بھی کرسکتے ہیں: www.nps.gov/liho/home

اعزاز

☆ مکرمہ شہلہ کریم صاحبہ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں اوّل آئیں۔

☆ مکرمہ عامرہ نرگس صاحبہ F.Sc (جنرل سائنس گروپ) کے لاہور بورڈ میں دوم پوزیشن حاصل کرکے نقرئی تمغہ کی حقدار قرار پائیں۔

☆ مکرم ڈاکٹر مہدی علی چودھری صاحب (کارڈیالوجسٹ) کو اُن کے طبّی تحقیقی مقالہ پر امریکن کالج آف کارڈیالوجی کی طرف سے ”بہترین نوجوان محقق ۲۰۰۲ء“ کا ایوارڈ دیا گیا۔

☆ مکرم مبارز احمد حسن صاحب مڈل کے امتحان میں سرگودھا بورڈ میں اوّل آکر صدارتی ٹیلنٹ سکالرشپ کے حقدار قرار پائے ہیں۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611

Vol. 10 | Friday, April 4, 2003 | Issue No. 14

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

مولوی ثناءاللہ امرتسری کی تحریک احمدیت سے متعلق پیشگوئی اوراس کا عبرتناک حشر

شیر خدا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''اعجاز احمدی'' صفحہ ۳۶ میں مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کی نسبت پیشگوئی فرمائی کہ:

''اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے''۔

اس پُرشوکت اعلان کے بعد حضرت اقدس نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنی طرف سے دعائے مباہلہ اورمسوّدہ مباہلہ شائع فرمایا۔

(ملاحظہ ہو مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۵۷۸۔۵۷۹)

یہ مسودہ مباہلہ دیکھ کر مولوی صاحب کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور انہوں نے اپنے اخبار اہل حدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء میں اپنے قلم سے جواب دیا کہ:

''یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں''۔

نیز اپنے مضمون کے حاشیہ میں نائب ایڈیٹر کی طرف سے یہ بھی لکھوایا کہ:

''قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔سنو﴿ بَلْ مَتَّعْنَا هٰؤُلَآءِ وَاٰبَآءَ هُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ﴾ (پارہ ۱۴ ع ۴) جن کے صاف یہی معنی ہیں کہ **خدا تعالیٰ جھوٹے ، دغا باز ، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے''۔**

رب العرش نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ منہ مانگا نشان عطا فرمایا اور اپنے مسیح پاکؑ کے وصال کے بعد چالیس سال تک زندہ رکھا اور حضرت مسیح موعودؑ کی حقانیت کے بہت سے نشانات دیکھنے کے بعد سرگودھا میں ۱۵/مارچ ۱۹۴۸ء کو وفات دی اور پوری دنیا پر منکشف فرمادیا کہ جس شخص کو اس کے پرستار ''شیخ الاسلام''، ''فاتح قادیان''، ''خاتم المناظرین'' اور ''مسیحا'' اور خدا جانے کیا کیا القابات و خطابات دیتے ہیں **خدا کی جناب میں اس کی حیثیت کیا ہے؟؟**

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۹۰۸ء سے ۱۹۴۸ء تک صداقت احمدیت کے جو بیشمار نشان دیکھے ان میں سے بطور نمونہ اس وقت ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۹۳۷ء کا سال جماعت احمدیہ کے خلاف ایک پُرفتن سال تھا جبکہ احمدیت کے اندرونی اور بیرونی دشمن جن میں بعض نام نہاد ملہمین (مثلاً محمد فضل چنگا بنگیال) بھی شامل تھے مخالف احمدیت سیاسی طاقتوں کی پشت پناہی میں اٹھ کھڑے ہوئے۔مولوی صاحب نے جو مدّت سے جماعت احمدیہ کی تباہی کے خواب دیکھتے آ رہے تھے اپنے رسالہ 'اہلحدیث' مورخہ ۱۲/مارچ ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۴ تا ۶ میں مولوی محمد فضل چنگوی اور بعض دوسرے لوگوں کی تحریریں شائع کیں اوراوپر پیشگوئی کے طور پر یہ دوہری سرخی جمائی کہ:

''مرزائی تحریک فنا ہونے کو ہے۔
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

خدا کی قدرت نمائی ملاحظہ ہو کہ جماعت احمدیہ کے خلاف شورش ۱۹۳۷ء کی دھجیاں دیکھتے ہی دیکھتے فضاء بسیط میں بکھر گئیں اور دسمبر ۱۹۳۹ء میں جماعت احمدیہ کی پچاس سالہ جوبلی اس شان سے منائی گئی کہ پوری دنیا دنگ رہ گئی اور قافلہ احمدیت پہلے سے زیادہ برق رفتاری کے ساتھ منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوگیا۔ اور اگرچہ ۱۹۴۷ء میں کانگرس ریڈکلف اور مونٹ بیٹن کی خفیہ سازشوں کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کا مرکز قادیان ہندوستان میں شامل کر دیا گیا اور مشرقی پنجاب کے احمدیوں اور ان کے مقدس امام کو ہجرت کرکے پاکستان آنا پڑا مگر ۲۰/ستمبر ۱۹۴۸ء کو ربوہ جیسے عالمی مرکز کے قیام کی برکت سے طیوران احمدیت ایک نئی شان سے دوبارہ جمع ہوگئے اور ساری دنیا میں احمدیت کی اشاعت اور ترقی کی غیر محدود اور بیشمار راہیں کھل گئیں اور اب خلافت رابعہ کے عہد مبارک میں تو عروج کا یہ عالم ہے کہ ہم علی وجہ البصیرت اور ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں کہ برطانوی امپیریلزم کا چراغ تو ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا مگر **تحریک احمدیت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوسکتا۔**

دوسری طرف مولوی ثناء اللہ صاحب پر جنہوں نے مارچ ۱۹۳۷ء میں احمدیت کے نذر آتش ہوکر فنا ہونے کی پیشگوئی کی تھی ، کیا بیتی؟؟ اس کی تفصیل ایک اہلحدیث عالم مولوی عبدالمجید سوہدروی صاحب نے ''سیرت ثنائی'' کے صفحہ ۳۸۴ تا ۳۹۷ میں شرح وبسط سے رقم فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں مارچ ہی کے مہینہ میں امرتسر فسادات کی لپیٹ میں آ گیا اور پھر فسادات بھڑک اٹھے جس کے دوران ان کے اکلوتے فرزند دلبند مولوی عطاءاللہ بم کے حادثہ میں چل بسے۔لٹیروں نے مکان کا تمام سامان،نقدی ،زیور لوٹ کر اسے آگ لگا دی۔حتی کہ ان کا عزیز ترین کتب خانہ جس میں ہزارہا روپے کی نایاب وقیمتی کتابیں تھیں **جلا کر خاک کردیں''**۔سوہدروی صاحب کا بیان ہے:

''۱۴/اگست کو ......لٹ پٹ کر ،دارالکتب ثنائیہ ،دفتر اہلحدیث ،آٹھ دس مکانات،ثنائی برقی پریس،ذاتی کتب خانہ ،کئی دوکانیں ،ہزاروں کی نقدی، زیورات، بے بہا سامان ،پارچات وغیرہ لُٹا کر،**جلوا کر** اور فرزند کی شہادت کا صدمہ اٹھا کر آپ کسی نہ کسی طرح بعد مصائب وآلام لاہور پہنچے''۔

نیز لکھتے ہیں:

''حقیقت میں آپ کی ناگہانی موت کا سبب یہ دو ہی صدمات تھے ۔ایک فرزند کی اچانک شہادت اوردوسرے **بیش قیمت کتب کی سوختگی''**۔

(صفحہ ۳۹۰)

اس ضمن میں علالت ورحلت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

''جب آپ سرگودھا تشریف لے گئے تو صدمات کی یاد نے دل وجگر پر گہرے چرکے لگائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲/فروری ۱۹۴۸ء کو آپ پر دائیں جانب فالج گرا۔حملہ مرض نہایت شدید تھا۔سماعت، شناخت اور تکلّم کی قوتیں زائل ہوگئیں...... **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** کے اٹل قانون سے کون مستثنیٰ ہے؟......اس ازلی وابدی قانون کے ماتحت......قلب وجگر کو سینے والا رفوگر سوا مہینہ صاحب فراش رہ کر ۱۵/مارچ ۱۹۴۸ء کو......رہگرائے عالم جاودانی ہوا''۔

(صفحہ ۳۹۶۔۳۹۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپریل ۱۹۰۵ء میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے تمام معاند علماء کو مخاطب کرکے پہلے سے خبر دے دی تھی کہ ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ ٔزار ونزار
ہے سرِراہ پر مرے وہ خود کھڑا مولیٰ کریم
پس نہ بیٹھو میری راہ میں اے شریرانِ دیار
سنت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے
تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مردار خوار

کمپیوٹر کا نشہ موت کا باعث بھی بن سکتا ہے

کمپیوٹر کے جو نشہ باز مسلسل گھنٹوں اس کے آگے بیٹھے رہتے ہیں ان کو ڈاکٹروں نے ہوشیار کیا ہے کہ وہ D.V.T یعنی (Deep Vein Thermobosis) کی مہلک مرض کا شکار ہوسکتے ہیں۔ یہ وہی بیماری ہے جو ہوائی جہاز کی لمبی فلائٹ پر بغیر ہلے جلے ٹانگیں لٹکا کر بیٹھنے سے بھی ہوسکتی ہے۔ جس کو ''اکانومی کلاس سنڈرم (Economy Class Syndrome) اس لئے کہتے ہیں کہ اس کلاس میں ٹانگیں ہلانے جلانے کے لئے جگہ بہت کم ہوتی ہے۔

اس بیماری میں ٹانگوں کی شریان میں خون کا تھکا (Blood Clot) جم جاتا ہے جو جب خون کے ساتھ پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے تو پہلے سانس لینا دشوار ہوجاتا ہے پھر پھیپھڑوں کے اوپر جو شفاف جھلی (Pleurisy) ہوتی ہے وہ سوج جاتی ہے، پھر بیہوشی واقع ہوتی ہے جو موت پر منتج ہوتی ہے۔ اس مہلک بیماری کا سب سے زیادہ خطرہ حاملہ عورتوں، موٹے افراد ،بوڑھوں اور سگریٹ نوشوں کو ہوتا ہے۔

کمپیوٹر کے رسیا لوگوں میں سب سے پہلے جو کیس علم میں آیا وہ نیوزی لینڈ کے ایک ۳۲ سالہ نوجوان کا تھا جو اکثر بارہ بارہ گھنٹے بلکہ کبھی تو ۱۸ گھنٹے روزانہ کمپیوٹر کے آگے جم کر بیٹھا رہتا تھا۔ پہلے اس کی پنڈلی سوجی جس میں دس روز مسلسل درد ہوتی رہی۔ پھر سانس لینے میں مشکل پیش آنے لگی۔ وہ بے ہوش ہوگیا اور آخر وفات پا گیا۔

ذرائع ابلاغ میں بہت سے ایسے جوأبازوں کی خبریں بھی آئی ہیں جو تیس تیس گھنٹے جوئے کی مشینوں کے آگے بیٹھے رہتے تھے۔ اور آخر اسی بیماری کا شکار ہوکر چل بسے ۔ان کے علاوہ بھی بہت سے واقعات تحقیق کرنے والی ٹیم کے علم میں آئے ہیں۔ چنانچہ اس بیماری کے ماہر ڈاکٹر بیکر نے لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ احتیاط سے کام لیں کیونکہ دیر دیر تک کمپیوٹر کے آگے بیٹھے رہنا آپ کی صحت کے لئے مضر ہے۔

(مرسلہ: خالد سیف اللہ خان ۔ از سڈنی)

معاند احمدیت،شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِيقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔